مسلمان خواتین کی
ذمہ داریاں

فہرستِ مضامین

دیباچہ	۵
مسلمان خواتین کی سماجی ذمے داریاں	۷
امتِ مسلمہ کی ذمے داری	۷
امت کی خواتین اس ذمہ داری میں شریک ہیں	۹
راہِ حق میں عورتوں کی استقامت	۱۱
دہکتی آگ میں ڈالے گئے	۱۱
حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لانے والے	۱۳
اسلامی تاریخ گواہی دیتی ہے	۱۴
راہِ حق میں انفاق	۱۶
ایمان والوں کے لیے پیغمبر دعا کرتے ہیں	۱۷
عورت اور معاشرے کی تعمیر	۱۹
معاشرے کی تعمیر میں منافقین اور منافقات کا کردار	۲۰
انجام میں یکسانیت	۲۱
مومنین اور مومنات کی صفات	۲۱
مومنوں اور منافقوں کی صفات کا تجزیہ	۲۲
مومنین اور مومنات کام یاب ہیں	۲۶
بعض سماجی ہدایات	۲۶
مشترک اخلاقی خوبیاں	۲۷
منافقین معاشرہ کو بگاڑنے کی کوشش نہ کریں	۲۹
بدکاروں کے لیے برے جوڑے، نکوکاروں کے لیے نیک جوڑے	۳۰

اہلِ ایمان ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں ۳۲

مسلمان خواتین کی دعوتی ذمہ داریاں ۳۴

شوہر اور بچوں کا حق مقدم ہے ۳۴
میاں بیوی کے تعلق کی نوعیت ۳۴
بیوی کے تعاون کی اہمیت ۳۵
دینی امور میں میاں بیوی کا تعاون مطلوب ہے ۳۷
نیک خاوند سے تعاون کی شکلیں ۳۹
بیوی کے تعاون سے ہمت افزائی ہوتی ہے ۳۹
آدمی حق پر ثابت قدم رہ سکتا ہے ۴۰
نیک شوہر سے عدمِ تعاون ناپسندیدہ ہے ۴۰
برے خاوند کی اصلاح ۴۱
اصلاح کی تدابیر ۴۱
بچوں کی اصلاح ۴۳
خاندان کی اصلاح ۴۴
ماحول کی اصلاح ۴۵
داعیانِ دین کی رشتہ دار خواتین کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے ۴۵

داعی خواتین کے لیے ضروری صفات ۴۹

علمی تیاری ۴۹
پورے دین پر عمل ۵۰
راہِ حق میں استقامت ۵۳
باطل پر اصرار تباہ کن ہے ۵۳
حق پر استقامت کا انجام بہتر ہوتا ہے ۵۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

اسلام نے عورت کو جو حقوق دیے ہیں، ان کا ذکر تو بہت ہوتا ہے اور ان پر بڑی بحثیں ہوتی ہیں لیکن اس نے عورت پر جو ذمہ داریاں ڈالی ہیں ان کا تذکرہ ذرا کم ہی ہوتا ہے۔ ہوتا بھی ہے تو صرف اس کی عائلی اور خاندانی ذمے داریوں کا اور وہ بھی بہت ہی ہلکے پھلکے اور سرسری انداز میں۔ زیادہ گہرائی سے جائزہ لینے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ جہاں تک اس کی سماجی اور اجتماعی ذمہ داریوں کا تعلق ہے اس سے تعرض بالکل نہیں کیا جاتا، حالاں کہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ عورت اجتماعی زندگی سے کنارہ کش اور غیر متعلق نہ رہے، بلکہ مرد کے ساتھ مل کر دین کی اشاعت، اس کے قیام اور معاشرہ کی اصلاح و تعمیر کا فرض انجام دے۔ اس میں شک نہیں کہ اسلام نے عورت اور مرد کی تگ و دو اور جدوجہد کے دائرے الگ رکھے ہیں اور دونوں کو بعض حدود کا پابند بنایا ہے، لیکن اس کے باوجود اس کے نزدیک دونوں کا مقصدِ حیات ایک ہے اور پوری زندگی میں انہیں ایک دوسرے کا شریکِ کار اور معاون ہونا چاہیے۔ ایک طویل عرصہ سے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ کئی سو سال سے مسلمان عورت دنیا کے، حتیٰ کہ خود امت کے امور و مسائل سے الگ تھلگ ہی نہیں، بے خبر بھی رہی ہے۔ حالاں کہ دورِ اوّل میں اس کی ایک دوسری ہی تصویر ہمارے سامنے آتی ہے۔ وہ ان مسائل سے گہری دلچسپی لیتی تھی اور ان کا حق ادا کرنے کی کوشش کرتی تھی۔ یہاں اس موضوع پر میں نے قرآن و حدیث کی روشنی

میں صرف اصولی بحث کی ہے، اسلامی تاریخ سے اس کی مثالیں اپنی دوسری کتابوں میں فراہم کردی ہیں۔

یہ کتاب اس سے پہلے دو بار شائع ہوچکی ہے۔ اس کا ایک حصہ 'مسلمان خواتین کی دعوتی ذمہ داریاں' الگ سے کتابچہ کی شکل میں شائع ہوتا رہا ہے۔ اب میں نے اسے اسی کتاب میں شامل کر دیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے شرفِ قبولیت سے نوازے اور اس کے بندوں کو اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے۔

جلال الدین

۱۰/اپریل ۱۹۸۶ء

طبع جدید

یہ کتاب ۱۹۸۶ء سے شائع ہو رہی ہے۔ اس موضوع پر کوئی مستقل تصنیف نہیں تھی، اس لیے اس کی طلب پائی گئی۔ چناں چہ اب تک اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ پاکستان سے بھی اس کی اشاعت عمل میں آئی ہے۔ اب کی بار میں نے ایک نظر ڈال کر اسے مزید بہتر بنانے کی کوشش کی ہے۔ ایک بحث میں تھوڑا سا اضافہ بھی کیا ہے۔ اس طرح یہ پہلے سے بہتر انداز میں پیش ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مزید خدمت کی توفیق عنایت فرمائے۔

جلال الدین

۲۶/ستمبر ۲۰۱۵ء

اب اس کا آٹھواں ایڈیشن مزید اصلاح وتصحیح کے بعد پریس میں جارہا ہے۔

جلال الدین

۲۵/اکتوبر ۲۰۱۷ء

مسلمان خواتین کی سماجی ذمے داریاں

اس دنیا میں بے شمار قومیں، نسلیں اور جماعتیں تھیں۔ ان میں سے بعض اپنے علم وفن، فکر و فلسفہ، تہذیب وتمدن اور مادی ترقی اور خوش حالی میں بہت نامور بھی تھیں، لیکن اس سب کے باوجود وہ اپنے خالق، مالک، معبود اور حاکم کو فراموش کی ہوئی تھیں اور اس سے بے نیاز اور بے خوف ہوکر زندگی گزار رہی تھیں۔ پورے عالم میں اس سرے سے اس سرے تک اللہ تعالیٰ کی معصیت اور نافرمانی کا بے تحاشہ ارتکاب ہو رہا تھا اور کوئی اسے اس کے انجام سے باخبر کرنے والا نہ تھا۔

امتِ مسلمہ کی ذمے داری

یہ تھے وہ حالات جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول محمد ﷺ کے ذریعے ایک امت کھڑی کی تاکہ وہ دنیا کو اس کے دین کی طرف بلائے، کفر وشرک اور الحاد و دہریت سے نکالے، اسے یہ حقیقت سمجھائے کہ اللہ تعالیٰ کی اس کائنات میں صرف اسی کی عبادت اور اطاعت ہونی چاہیے۔ اسی میں انسان کی کام یابی اور کام رانی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بغاوت اور نافرمانی بڑی ہی خطرناک ہے۔ اس سے اس کی دنیا اور آخرت دونوں ہی تباہ ہوجائیں گی۔ اس طرح محمد ﷺ کی یہ امت

پوری دنیا کی خیر و فلاح اور نجات کے لیے کھڑی کی گئی، اسے 'خیر امت' کا لقب دیا گیا اور اس کے کام کے لیے 'امر بالمعروف و نہی عن المنکر' کی تعبیر اختیار کی گئی۔ چناں چہ قرآن مجید کا ارشاد ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ (آل عمران:۱۱۰)	تم سب سے بہتر امت ہو جسے لوگوں کے لیے نکالا گیا ہے۔ معروف کا حکم دیتے ہو اور منکر سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

معروف و منکر بہت وسیع اصطلاحات ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ پورا دین آجاتا ہے۔ دنیا کو معروف کا حکم دینے اور منکر سے منع کرنے کے لیے دعوت و تبلیغ، وعظ و نصیحت، تعلیم و تربیت اور نشر و اشاعت غرض تمام جائز اور پسندیدہ ذرائع اختیار کیے جاسکتے ہیں۔ امت مسلمہ اپنے حالات کے لحاظ سے ان سب ذرائع کو اختیار کرے گی، اور اگر حکومت و اقتدار حاصل ہو تو اسے بھی وہ اسی پاک مقصد کے لیے استعمال کرے گی۔ چناں چہ قرآن مجید نے اس کے بارے میں ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾ (الحج:۴۱)	یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں اقتدار عطا کریں تو نماز قائم کریں گے، زکوۃ دیں گے، معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے منع کریں گے اور اللہ ہی کے ہاتھ میں انجام کار ہے۔[1]

---

[1] امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تشریح اور اس کے تقاضوں کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب '**معروف و منکر**' ناشر: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی-۲۵

امت کی خواتین اس ذمہ داری میں شریک ہیں

قرآن مجید کا خطاب مردوں سے بھی ہے اور عورتوں سے بھی۔ امت مسلمہ پر جو ذمہ داری ڈالی گئی ہے اس میں امت کی عورتیں اور مرد دونوں ہی شریک ہیں۔ اس لیے یہ سوچنا صحیح نہ ہوگا کہ اس کا بار صرف مردوں کو اٹھانا ہے اور عورتیں اس سے آزاد ہیں۔ اس سے پہلو تہی کرنا اور غفلت برتنا جس طرح مردوں کے لیے درست نہیں ہے اسی طرح عورتوں کے لیے بھی صحیح نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر پوری امت کی ذمہ داری ہے۔ یہ ذمہ داری اس کے مردوں کی بھی ہے اور عورتوں کی بھی۔ یہ امت کی ان خصوصیات میں سے ہے، جن کے بغیر اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا اور جو اسے دوسری قوموں اور جماعتوں سے بالکل ممتاز اور جداگانہ حیثیت عطا کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (التوبہ:۷۱)	ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ معروف کا حکم دیتے اور منکر سے منع کرتے ہیں۔

اس آیت نے یہ بات واضح کردی کہ 'امر بالمعروف و نہی عن المنکر' کی وسیع ذمہ داریوں میں مردوں کے ساتھ خواتین بھی شریک ہیں اور دونوں ہی کو مل جل کر ان ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے[1]

قرآن مجید نے جو مختلف النوع سماجی ذمہ داریاں بیان کی ہیں، ان کے مطالعہ سے دو باتیں بالکل نمایاں ہو کر سامنے آتی ہیں: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو ہر دور میں مردوں کے ساتھ خواتین نے بھی قبول کیا اور دونوں ہی نے اس کے لیے

---

[1] اس آیت کی مزید تشریح آگے آرہی ہے۔ ملاحظہ ہو 'عورت اور معاشرہ کی تعمیر'

ہر طرح کی قربانی دی۔

دوسرے یہ کہ معاشرہ کے بنانے اور بگاڑنے میں عورت بڑا اہم رول ادا کرتی ہے، لہٰذا اسلامی معاشرہ کی تعمیر عورت کے تعاون ہی سے ہو سکتی ہے۔

اس کے ساتھ قرآن و حدیث نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ معاشرہ میں دعوتی اور اصلاحی جدوجہد کا جاری رکھنا مردوں کی بھی ذمہ داری ہے اور خواتین کی بھی۔ دونوں کو یہ جدوجہد اپنے اپنے دائرہ میں ضرور کرنی چاہیے۔

آئندہ صفحات میں ان موضوعات پر الگ الگ گفتگو کی جائے گی۔

☆☆☆

راہِ حق میں عورتوں کی استقامت

اسلام سارے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کی دعوت دیتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ یہ دنیا کفر وشرک اور الحاد و دہریت سے نجات پائے، اللہ کے بندے اس کی نافرمانی اور بغاوت کو چھوڑ کر اس کی اطاعت قبول کرلیں اور اس کے بندے بن کر رہیں، یہاں حق غالب اور باطل مغلوب ہوجائے، اللہ کی زمین پر ہر سو اسی کا حکم چلے اور اس کے طوقِ عبادت کے سوا کسی دوسرے کا طوقِ غلامی انسان کی گردن میں نہ رہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کا وہ دین ہے، جو اس نے انسانوں کی ہدایت کے لیے ہر زمانہ میں نازل کیا اور اسی کی دعوت ہمیشہ اس کے پیغمبر دنیا کو دیتے رہے۔

دہکتی آگ میں ڈالے گئے

اللہ تعالیٰ کے اس دین کا برملا اعلان کرنا اور اس پر ثابت قدم رہنا آسان نہیں ہے۔ یہ وہ دشوار گزار مہم ہے کہ اس کے تصور ہی سے دل کانپ اٹھتا ہے۔ یہاں قدم قدم پر آزمایا جاتا ہے اور آدمی کے صبر و ثبات کا امتحان ہوتا رہتا ہے۔ یہ راستہ آسانی سے نہ کبھی طے ہوا ہے اور نہ طے ہوسکتا ہے۔ اس میں ہر طرح کی مشکلات اور دشواریاں دامن گیر ہوتی ہیں اور بسا اوقات دہکتی آگ سے آدمی کو گزرنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اس کے ان مخلص بندوں پر جو اس پر خطر راہ سے

مسکراتے گزر گئے۔ قرآن مجید نے ایک جگہ ان باہمت نفوس کا ذکر کیا ہے، جو محض اس جرم میں کہ وہ اس زمین و آسمان کے مالک و مولیٰ پر ایمان رکھتے تھے، آگ کی خندق میں زندہ پھینک دیے گئے، لیکن ان کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔ ان میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی تھیں۔

یہ اہل ایمان جن شقی القلب اور درندہ صفت انسانوں کے ظلم وستم کا نشانہ بنے، قرآن مجید نے انہیں 'اصحاب الاخدود' (خندق والے) کا نام دیا ہے۔ اس سے اس دل ہلا دینے والے واقعے کی تصویر کھنچ جاتی ہے، جو ان کے ہاتھوں ایمان والوں کے ساتھ پیش آیا۔ وہ دہکتی آگ میں انہیں زندہ جلا کر لطف لے رہے تھے اور اس حقیقت کو فراموش کر چکے تھے کہ اس آج کے بعد ایک کل بھی ہے، جب کہ انہیں جہنم کی آگ سے سابقہ پیش آئے گا اور جس سے ان کے نکلنے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ وہاں کام یاب اور اللہ کی نعمتوں سے سرفراز وہی ہوں گے، جن کے پاس ایمان وعمل کی دولت ہوگی۔ اس کی تفصیل سورۂ بروج میں موجود ہے: ارشاد ہے:

قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ۙ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ ۙ﴿۵﴾ اِذۡ هُمۡ عَلَيۡهَا قُعُوۡدٌ ۙ﴿۶﴾ وَّهُمۡ عَلٰى مَا يَفۡعَلُوۡنَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ شُهُوۡدٌ ؕ﴿۷﴾ وَمَا نَقَمُوۡا مِنۡهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَمِيۡدِ ۙ﴿۸﴾ الَّذِىۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ ؕ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ فَتَـنُوا الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ لَمۡ يَتُوۡبُوۡا فَلَهُمۡ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَ لَهُمۡ عَذَابُ	مارے گئے خندق والے، ایندھن بھری آگ کی خندق والے، جب کہ وہ اس کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے اور جو کچھ وہ ایمان والوں کے ساتھ کر رہے تھے اسے دیکھ رہے تھے۔ ان ایمان والوں سے انہوں نے محض اس لیے انتقام لیا کہ وہ اللہ پر ایمان لائے تھے، جو زبردست اور ستودہ صفات ہے اور جس کی آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔ اور اللہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔ بے شک جن لوگوں نے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں پر یہ ظلم توڑا اور توبہ نہیں کی ان کے لیے

الْحَرِیْقِ ؁ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ ؁ (البروج: ۴-۱۱)

جہنم کا عذاب ہے، اور ان کے لیے جلنے کی سزا ہے، جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے ان کے لیے جنت کے باغ ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ ہے بڑی کام یابی۔

حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لانے والے

حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم میں دعوت وتبلیغ کا فرض انجام دیتے رہے۔ (العنکبوت: ۱۴) صدیوں کی کوشش کے بعد بھی جب وہ ایمان نہیں لائی تو انہوں نے بد دعا کی کہ خدایا تو اسے صفحۂ زمین سے مٹا دے یہ اس قابل نہیں ہے کہ اسے باقی رکھا جائے، لیکن اس کے ساتھ جن چند مردوں اور عورتوں نے حق کی راہ میں ان کا ساتھ دیا ان کے لیے دعا فرمائی:

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا ؁ (نوح: ۲۸)

اے میرے رب معاف فرما دے مجھے، میرے والدین کو اور جو مومن ہوکر میرے گھر میں داخل ہوا ہے اور ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو اور ان ظالموں کی ہلاکت ہی میں تو اضافہ فرما۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو ان نیک بندوں اور بندیوں پر جنہوں نے بدترین مخالفین کے درمیان اپنی زندگیاں گزار دیں، آپ تصور کرسکتے ہیں کہ انہیں کن زہرہ گداز حالات سے گزرنا نہیں پڑا ہوگا اور کیا کیا تکلیفیں انہوں نے اپنے دین کے لیے نہیں اٹھائی ہوں گی؟ یہ واقعات اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ ہر دور میں مردوں کی طرح عورتیں بھی دین حق کے لیے قربانیاں دیتی رہی ہیں۔

اسلامی تاریخ گواہی دیتی ہے

اس کا ثبوت ہمیں رسولِ اکرم ﷺ کے عہد مبارک سے بھی ملتا ہے۔ دین کی دعوت و تبلیغ سے لے کر اسلامی ریاست کے قیام تک رسول اللہ ﷺ اور آپ کے جاں نثار ساتھی بڑے پرخطر اور نازک حالات سے گزرے، طرح طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں اٹھائیں، دوست ان کے دشمن بن گئے اور خویش و اقارب اجنبی ہو گئے۔ انہوں نے گالیاں سنیں، پتھر کھائے، گھر بار چھوڑا اور جان و مال کی بے پناہ قربانیاں دیں۔ ان تمام مراحل میں مردوں کے دوش بدوش خواتین بھی تھیں۔ دونوں نے مل کر یہ کٹھن راہ طے کی اور دعائیں کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے کہ خدایا ابھی حق ادا نہیں ہوا ہے تو ہمیں معاف کر دے۔ قرآن مجید نے انہیں عفو و درگزر اور جنت کی بشارت دی۔ اس جدوجہد میں مردوں کے ساتھ خواتین بھی شریک تھیں اس لیے یہ بشارت بھی دونوں کے لیے تھی۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾

(آل عمران: ۱۹۵)

ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی کہ تم میں سے کسی بھی عمل کرنے والے کے عمل کو چاہے وہ مرد ہو یا عورت ضائع نہیں کروں گا۔ تم سب ایک دوسرے سے ہو، پس جنہوں نے ہجرت کی، جو اپنے گھروں سے نکالے گئے، جو میرے راستے میں ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے تو میں ان کے گناہوں کو معاف کر دوں گا اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ یہ اللہ کی طرف سے ان کا بدلہ ہے اور اللہ ہی کے پاس بہترین بدلہ ہے۔

جو مرد اور عورتیں دین کی اس جدوجہد میں اخلاص کے ساتھ شریک رہے، نازک سے نازک مواقع پر اللہ تعالیٰ نے انہیں ثابت قدم رکھا اور سکونِ قلب سے نوازا۔ اس کے بغیر یہ راہ طے نہیں ہوسکتی تھی۔ اس کے برخلاف جن لوگوں کے دلوں میں نفاق تھا وہ طرح طرح کے وسوسوں اور سود و زیاں کے اندیشوں میں گرفتار ہوگئے۔ وہ اس یقین سے محروم تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے گا۔ اسی لیے وہ اس مہم میں ساتھ نہیں دے سکے۔ اس کی نمایاں مثال صلح حدیبیہ میں ملتی ہے۔ یہ صلح جن حالات میں ہوئی اور جن شرائط کے ساتھ ہوئی اس سے شروع میں بڑی بے اطمینانی اور بے چینی پیدا ہوئی، لیکن اللہ تعالیٰ نے بہت جلد اہل ایمان کے دلوں کو سکون سے بھر دیا۔ چناں چہ انہوں نے اس کا بھرپور ساتھ دیا، لیکن منافقین بے یقینی کی دلدل سے نہیں نکل سکے، اس لیے ایمان والے مغفرت اور جنت کے سزاوار قرار پائے تو منافقین اور مشرکین پر اللہ کا غضب نازل ہوا۔ وہ جہنم کے مستحق ٹھہرے۔ قرآن مجید نے اس کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ۭ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۭ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۴﴾ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ يُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ۭ وَ كَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۵﴾ وَّ يُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ

وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں سکینت نازل فرمائی، تاکہ ان کے اندر پہلے سے جو ایمان ہے اس کے ساتھ ان کا ایمان اور بڑھ جائے اور زمین و آسمان کے سارے لشکر اللہ ہی کے ہیں اور اللہ علم اور حکمت والا ہے تاکہ مومن مردوں اور عورتوں کو ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کے گناہ ان سے دور کرے اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کام یابی ہے اور منافق

وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ لَعَنَهُمْ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۶﴾ (الفتح:۴-۶)

مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے جو اللہ کے متعلق برے گمان رکھتے ہیں۔ برائی کی لپیٹ میں وہ خود ہی آکر رہیں گے۔ اللہ کا غضب ہوا ان پر، اس نے ان پر لعنت کی اور ان کے لیے جہنم تیار کر رکھی ہے جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔

راہِ حق میں انفاق

سورۂ حدید میں راہِ خدا میں انفاق پر بڑا زور دیا گیا ہے اور دین کے فروغ اور سربلندی کے لیے اس کی اہمیت بیان ہوئی ہے۔ فرمایا گیا: اللہ کے دین کے لیے جو دولت خرچ ہوگی روزِ قیامت اس کا کئی گنا اجر عطا ہوگا۔ ارشاد ہے:

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۱﴾ (الحدید:۱۱)

کون ہے جو اللہ کو قرض دے؟ قرض حسن، کہ اسے بڑھا چڑھا کر دیا جائے اور اس کے لیے اجر ہے عزت والا۔

اس کے بعد والی آیت بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ خطاب تمام اہل ایمان سے ہے اس کے مردوں سے بھی اور عورتوں سے بھی۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾ (الحدید:۱۲)

اس دن تم دیکھو گے کہ مومنوں اور مومنات کا نور ان کے سامنے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہے (ان سے کہا جائے گا کہ) آج تمہارے لیے جنتوں کی بشارت ہے، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

منافقین اس فوز و فلاح سے محروم ہوں گے۔ ان کے مرد اور عورتیں ظلمت میں ہوں گے۔ وہ اہل ایمان سے درخواست کریں گے کہ ذرا ہماری طرف توجہ ہو کہ ہم تمہاری روشنی سے فائدہ اٹھا سکیں، لیکن ان سے کہا جائے گا کہ روشنی حاصل کرنے کے مواقع تو دنیا میں تھے۔ جاؤ، وہاں سے روشنی حاصل کرو۔ پھر دونوں کے درمیان دیوار کھڑی کردی جائے گی۔ (الحدید:۱۳)

اسی ذیل میں آگے ارشاد ہے:

اِنَّ الْمُصَّدِّقِیْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقْرَضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعَفُ لَہُمْ وَ لَہُمْ اَجْرٌ کَرِیْمٌ ﴿۱۸﴾ (الحدید:۱۸)	بے شک اللہ کی راہ میں صدق دل سے خرچ کرنے والے مرد اور عورتیں اور جنھوں نے اللہ کو قرض دیا، قرضِ حسن، ان کو کئی گنا بڑھا کر دیا جائے گا اور ان کے لیے اجر ہے باعزت۔

اسلام کی دعوت وتبلیغ اور اس کی سربلندی کے لیے اہل ایمان، ان کے مرد اور خواتین جو مال صرف کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا کئی گنا اجر عطا کرے گا۔ یہ اجرِ کریم ہوگا اور عزت و احترام کا ہوگا۔

ایمان والوں کے لیے پیغمبر دعا کرتے ہیں

جو لوگ پورے اخلاص سے ایمان لاکر دل و جان سے اس پر عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں دنیا و آخرت میں اپنی رحمت سے نوازتا ہے۔ ایک جگہ رسول اللہ ﷺ کو حکم ہوا کہ آپ اللہ کے ان نیک بندوں کے لیے استغفار فرماتے رہیں کہ اگر ان سے کوئی بھول چوک، لغزش یا اپنے درجہ سے فروتر کوئی عمل سرزد ہوجائے تو اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمادے۔ ارشاد ہے:

فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاسْتَغْفِرْ	جان لو کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے اور

لِذَنۡۢبِكَ وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ‌ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ مُتَقَلَّبَكُمۡ وَمَثۡوٰٮكُمۡ ۝۱۹ (محمد:۱۹)

اپنی غلطی کے واسطے معافی مانگتے رہو اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی استغفار کرتے رہو۔ اور اللہ تمہاری سرگرمیوں سے بھی واقف ہے اور تمہارے ٹھکانے کو بھی جانتا ہے۔

کسی مومن مرد یا عورت کے لیے اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں اور اس کے نیک بندوں کی دعائیں اسے حاصل ہوں اور وہ اس کی رحمت و مغفرت کا مستحق ٹھہرے۔ یہ وہ سرمایہ ہے جس پر رشک کیا جاسکتا ہے اور ہر صاحبِ ایمان کو رشک کرنا چاہیے۔

☆☆☆

عورت اور معاشرے کی تعمیر

بعض اوقات معاشرے کی اصلاح اور تعمیر و ترقی میں عورت کی اہمیت محسوس نہیں کی جاتی اور یہ خیال کیا جاتا ہے یا کم از کم اس طرح کا رویہ اختیار کیا جاتا ہے جیسے معاشرہ صرف مرد کے گرد گردش کرتا ہے، اسی کی سعی و جہد اور فکر و عمل اسے بناتی یا بگاڑتی ہے، عورت کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ حالاں کہ یہ بالکل مہمل اور غلط خیال ہے۔ اس بات کا تصور نہیں کیا جاسکتا کہ نوعِ انسانی کی نصف آبادی کی شرکت کے بغیر دنیا کسی انقلاب سے ہم کنار ہوسکتی ہے۔ تاریخ شہادت دیتی ہے کہ کشمکشِ حیات میں ہمیشہ مرد اور عورت ایک دوسرے کے معاون اور مددگار رہے ہیں، زندگی کے بارگراں کو دونوں نے مل کر اٹھایا ہے اور دونوں کی سعی و جہد نے تہذیب و تمدن کو آگے بڑھایا ہے۔ یہاں بہت سے مذاہب وجود میں آئے، نظریات اور افکار ابھرے، تہذیبیں نمودار ہوئیں، ان سب کو پھیلانے اور مستحکم کرنے میں عورت نے مرد کا ساتھ دیا ہے۔ جہاں تک کسی فکر کو نئی نسل کے دل و دماغ میں اتارنے، اس کے مطابق اسے ڈھالنے اور اس کے اندر اس سے محبت اور اسے باقی رکھنے کا جذبہ پیدا کرنے کا تعلق ہے، عورت نے مرد سے زیادہ اہم رول ادا کیا ہے۔

اسلام نے معاشرے کی تعمیر میں عورت کی اہمیت کو پوری طرح نمایاں کیا

ہے۔ اس کے نزدیک عورت اور مرد مل کر معاشرے کو بناتے اور بگاڑتے ہیں۔ نیک اور خدا ترس مرد و زن ایک دوسرے کے معاون اور مددگار ہوتے ہیں اور معاشرے کو صلاح و تقویٰ کی راہ دکھاتے اور اس کا پابند بناتے ہیں۔ اس کے برخلاف غلط کار اور ناخدا شناس مردوں اور عورتوں کے درمیان بھی تعاون اور اشتراک ہوتا ہے اور وہ مل جل کر پورے معاشرے کو غلط رخ پر لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ معاشرہ اچھا ہو یا برا عورت اور مرد کی مشترکہ جدوجہد سے وجود میں آتا ہے۔ اس کے بغیر نہ تو معاشرے کی اصلاح کا تصور کیا جاسکتا ہے اور نہ بگاڑ کا۔ سماجی علوم کے ماہرین نے معاشرے کی تعمیر وتخریب یا اس کے اخلاقی عروج و زوال میں عورت کے اس کردار کو تسلیم نہیں کیا، بلکہ اسے ایک طرح سے نظر انداز کیا۔ اسلام اسے مرد کے ساتھ شریک قرار دیتا ہے۔ یہ حقیقت سورۂ توبہ کے نویں رکوع کے مطالعہ سے پوری وضاحت سے سامنے آتی ہے۔

معاشرے کی تعمیر میں منافقین اور منافقات کا کردار

قرآن مجید نے کہا کہ جن لوگوں کے دلوں میں نفاق چھپا ہوا ہے اور جو ایمان و یقین سے محروم ہیں ایسے تمام مرد اور عورتیں ایک ہیں، ایک ہی مقصد کے لیے سرگرم عمل ہیں اور پورے معاشرے کو ایک خاص رنگ روپ دینا چاہتے ہیں۔ چناں چہ ان کی زندگی کا جو انداز ہے اور معاشرے کو جس رخ پر وہ لے جانا چاہتے ہیں اس کا ذکر اس نے ان الفاظ میں کیا ہے:

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ
بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ
عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ

منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک جیسے ہیں۔
منکر کا حکم دیتے اور معروف سے منع کرتے
ہیں اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں۔ وہ اللہ

نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۶۷﴾ (التوبہ:۶۷)

کو بھول گئے تو اللہ نے بھی انہیں بھلا دیا۔ بے شک منافق اللہ کے نافرمان ہیں۔

انجام میں یکسانیت

برائیوں کی تبلیغ کرتے پھرنا، نیکی اور بھلائی سے باز رکھنے کی کوشش کرنا، خلقِ خدا کے ساتھ سنگ دلی اور شقاوت کا رویہ اختیار کرنا، کسی بھی کارِ خیر میں آگے نہ بڑھنا، آخرت کو فراموش کر کے زندگی گزارنا، کسی خدا پرست انسان کا طریقہ نہیں ہوسکتا۔ یہ اس کے منکروں اور باغیوں کا رویہ ہے، اس لیے منافقین کے دعوئے ایمان کے باوجود ان کا وہی حشر ہوگا، جو اللہ تعالیٰ کے منکروں اور باغیوں کا ہوگا۔ ارشاد فرمایا:

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۶۸﴾ (التوبہ:۶۸)

اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں کے لیے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے۔ اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہ ان کے لیے کافی ہے۔ ان پر اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لیے ابدی عذاب ہے۔

مومنین اور مومنات کی صفات

اس کے بعد ان مردوں اور عورتوں کا ذکر کیا گیا ہے جو اپنے ایمان میں مخلص ہیں اور جن کے دلوں میں خوفِ خدا اور آخرت کا یقین ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی زندگیاں اعلیٰ صفات سے آراستہ ہوتی ہیں اور ان کے سیرت و کردار میں بڑی مماثلت اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ فرمایا:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ

ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں، معروف کا حکم دیتے اور منکر سے منع کرتے ہیں، نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ

الصَّلٰوۃَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَیُطِیْعُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ ؕ اُولٰٓئِکَ سَیَرْحَمُہُمُ اللّٰہُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ﴿۷۱﴾ (التوبہ: ۷۱)

دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ ضرور رحم فرمائے گا۔ بے شک اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

مومنوں اور منافقوں کی صفات کا تجزیہ

پہلے منافقوں کے انفرادی اور اجتماعی رویے کا ذکر تھا۔ اس کے بعد ایمان والوں کی سیرت و کردار کا بیان ہوا ہے۔ اس کا تھوڑا سا تجزیہ بھی یہ جاننے کے لیے کافی ہے کہ ان دونوں کی روش کیا ہے اور وہ معاشرہ کو کس طرف لے جانا چاہتے ہیں۔

۱- منافق مردوں اور عورتوں کے بارے میں پہلی بات یہ کہی گئی کہ بَعْضُھُمْ مِنْ بَعْضٍ (وہ ایک جیسے ہیں) اور اہل ایمان کو بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ (ایک دوسرے کے دوست اور ساتھی) فرمایا گیا۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ منافق گو اپنے مزاج، نفسیات اور مقصد کے لحاظ سے ایک ہیں، لیکن ان میں الفت ومحبت، خیر خواہی و ہم دردی، وقت ضرورت سرپرستی اور نصرت وحمایت کا وہ جذبہ نہیں پایا جاتا جو کسی گروہ کو متحد و متفق رکھتا ہے اور اپنے مقصد میں کام یاب بناتا ہے۔ جب وہ اپنے ہم مقصد لوگوں کے ساتھ ہم دردی کا رویہ نہیں اختیار کر سکتے تو دوسروں کے ساتھ کیا کر سکتے ہیں؟ اس کے برخلاف دین کے تعلق نے ایمان والوں کو ایک دوسرے کا ہم درد و بہی خواہ بنا دیا ہے۔ ان کے مردوں اور عورتوں کے اندر ایک دوسرے کی مدد اور تعاون کے جذبات موج زن ہیں۔

۲- منافقوں اور منافقات کے بارے میں دوسری بات یہ کہی گئی کہ وہ منکر کا حکم دیتے اور معروف سے منع کرتے ہیں۔ اس کے برعکس ایمان والے مردوں اور عورتوں کے متعلق فرمایا کہ 'وہ معروف کا حکم دیتے اور منکر سے منع کرتے

ہیں، ان جملوں کے کوئی محدود معنی نہیں ہیں بلکہ یہ اپنے اندر بڑا وسیع مفہوم رکھتے ہیں۔ اس کی وضاحت کے لیے ہم ان فقروں کی وہ تفسیر نقل کرتے ہیں جو ہمارے دو بڑے مفسرین نے کی ہے۔ علامہ ابن جریر طبری منافقوں اور منافقات کے بارے میں لکھتے ہیں:

(یامرون) من قبل منهم (بالمنكر) و هو الكفر باللّٰه و بمحمد ﷺ و بما جاء بهٖ و تكذيبه (و ينهون عن المعروف) يقول و ينهونهم عن الاٰيمان باللّٰه و بما جآء بهٖ من عند اللّٰه

(تفسیر ابن جریر، جلد ۶، جزء ۱۰، ص ۱۲۰، طبع قدیم)

جو ان کی بات مانے اسے وہ منکر کا حکم دیتے ہیں۔ منکر سے مراد ہے اللہ کا، محمد ﷺ کا اور جو تعلیمات آپ اللہ کے پاس سے لائے ہیں ان کا انکار اور تکذیب۔ وہ معروف سے روکتے ہیں۔ یعنی اللہ اور اس کے رسول پر اور جو تعلیمات آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں ان پر ایمان سے روکتے ہیں۔

مومنین اور مومنات کے متعلق فرماتے ہیں:

فان صفتهم ان بعضهم انصار بعض (يامرون بالمعروف) يقول يامرون الناس بالاٰيمان باللّٰه و رسوله و بما جاء به من عند اللّٰه

(تفسیر ابن جریر حوالہ سابق، ص ۱۲۳)

ان کی خوبی یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ معروف کا حکم دیتے ہیں یعنی لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول پر اور جو دین آپ اللہ کی طرف سے لائے ہیں اس پر ایمان کا حکم دیتے ہیں۔

علامہ بغوی فرماتے ہیں:

(يامرون بالمنكر) بالشرك والمعصية (و ينهون عن المعروف) اى عن الايمان والطاعة...

(يامرون بالمعروف) اى بالايمان

منافق، منکر، کا یعنی شرک اور معصیت کا حکم دیتے ہیں۔ 'معروف' سے یعنی ایمان اور اطاعت سے روکتے ہیں...... اہل ایمان 'معروف' کا یعنی ایمان، اطاعت اور امورِ خیر

و الطاعة والخير (و ينهون عن المنكر) عن الشرك والمعصية و ما لا يعرف فی الشرع (معالم التنزیل، ج ۳، ص۱۵۱، ۱۵۴)

کا حکم دیتے ہیں 'منکر' سے یعنی شرک سے معصیت سے اور ان تمام باتوں سے جو شریعت میں جانی پہچانی نہیں ہیں، منع کرتے ہیں۔

مطلب یہ کہ منافق، کفر وشرک اور بے دینی کا معاشرہ میں چرچا کرتے ہیں، اللہ اور رسولؐ کی نافرمانی اور معصیت پر ابھارتے ہیں، نیکی، تقویٰ اور اخلاق کی راہ میں رکاوٹ ڈالتے ہیں اور بداخلاقی اور بدکرداری کے پھیلانے میں اپنی قوت صرف کرتے ہیں۔ منافق تو یہ رذیل حرکتیں کرتے پھرتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے نیک بندے، جن کے اندر اس کا خوف اور آخرت کا یقین ہے، وہ ایمان و اسلام کی دعوت دیتے ہیں، عبادت و اطاعت کی اور تقویٰ و طہارت کی تبلیغ کرتے ہیں، بداخلاقی و بے حیائی سے، اللہ کی بغاوت اور نافرمانی سے اور ان تمام باتوں سے جن کے لیے کوئی دینی اور اخلاقی وجہ جواز نہیں ہے، دنیا کو روکتے ہیں۔ گویا ایک طرف اللہ کے دین کے مطابق معاشرہ کی تعمیر کی کوشش ہوتی ہے اور دوسری طرف اس کے بالکل برعکس معاشرہ کو دین سے پھیرنے کی سعی کی جاتی ہے۔ اس پوری کوشش میں عورت اور مرد دونوں شریک ہوتے ہیں اور اپنا حصہ ادا کرتے ہیں۔ اس طرح قرآن نے یہ بات واضح کردی کہ معاشرہ کے صلاح وفساد سے عورت کا گہرا تعلق ہے اور وہ اس کے بنانے اور بگاڑنے میں بڑا اہم رول ادا کرتی ہے۔

۳- منافقوں کے بارے میں تیسری بات یہ کہی گئی ہے کہ ان کے مرد و زن سب اللہ کو بھولے ہوئے ہیں اور غفلت اور بے خبری کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس کے مقابلے میں ایمان والوں کی صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ نماز پڑھتے ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ اللہ کو ہر وقت یاد کرتے ہیں، اس سے بے خوف ہوکر یا اسے بھول کر زندگی نہیں گزارتے۔

۴- منافقوں کے متعلق چوتھی بات یہ کہی گئی وَ یَقْبِضُوْنَ اَیْدِیَھُمْ کہ وہ اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں۔ یعنی وہ انتہائی بخیل اور کنجوس ہیں، نہ تو خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور نہ اس کے بندوں کی ضروریات ہی میں کام آتے ہیں۔ صدقہ و خیرات اور انفاق کے جذبہ سے ان کا سینہ خالی ہے۔ اس کے مفہوم میں یہ بات بھی داخل ہے کہ وہ کسی بھی بھلائی کے کام میں آگے نہیں بڑھتے، بلکہ اس سے انقباض اور تکدر محسوس کرتے ہیں۔ ان کی دولت بدی کے راستوں میں تو خرچ ہوسکتی ہے لیکن امورِ خیر میں کبھی صرف نہیں ہوسکتی۔ یہ تو منافق مردوں اور عورتوں کی صفت تھی۔ اہل ایمان کے بارے میں کہا گیا۔ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ (کہ وہ زکوٰۃ دیتے ہیں) نماز جس طرح اللہ تعالیٰ سے تعلق کو ظاہر کرتی ہے، اسی طرح زکوٰۃ، خلقِ خدا سے ہم دردی کی علامت ہے۔ زکوٰۃ دینے والے انسان سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ دوسروں کے دکھ درد میں کام آئے گا اور ان پر اپنا مال صرف کرے گا۔ علاّمہ ابن کثیرؒ نے ان دو صفات کی تشریح اس طرح کی ہے:

(یقیمون الصلوٰۃ و یؤتون الزکوٰۃ) (وہ نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں)
ای یطیعون اللّٰہ و یحسنون الیٰ یعنی اللہ کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کی
خلقہٖ مخلوق کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: ۲/۳۶۹)

دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق اور اس کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک اور اس کی خدمت ایمان والے مردوں اور عورتوں کا ایک نمایاں وصف ہے۔

۵- منافقوں کے بارے میں پانچویں بات یہ کہی گئی ہے کہ وہ فاسق ہیں۔ یعنی اللہ کے نافرمان اور اس کی حدود کے توڑنے والے ہیں۔ اہل ایمان کے متعلق فرمایا گیا یطیعون اللّٰہ و رسولہ (کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت

کرتے ہیں) ان کے ہر حکم کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں اور خوش دلی سے اس پر عمل کرتے ہیں۔ وہ صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ اپنے عمل سے بھی اللہ تعالیٰ کے مطیع اور فرماں بردار ہیں۔

اس طرح قرآن مجید نے ایمان والے مردوں اور خواتین کے اوصاف بھی بیان کردیے اور ان مردوں اور عورتوں کا کردار بھی واضح کر دیا جن کے دلوں میں کھوٹ ہے یا جو خدا کے منکر اور باغی ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں سے کون معاشرہ کو کس طرف لے جانا چاہتا ہے اور اس کی تگ و دو اور جدوجہد کی آخری منزل کیا ہے؟

مومنین اور مومنات کام یاب ہیں

اوپر منافقوں کی گندی اور ناپاک صفات بیان کرنے کے بعد ان کے انجامِ بد کا ذکر ہوا تھا۔ اس کے بالمقابل اہل ایمان کے پاکیزہ اوصاف اور اعلیٰ اخلاق کے تذکرہ کے بعد ان کا اخروی انجام بیان ہوا ہے۔ ارشاد ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۠﴿۷۲﴾

اللہ نے ایمان والے مردوں اور عورتوں سے ایسی جنتوں کا وعدہ کیا ہے، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ مکانوں کا، ابد کے باغات میں۔ اور اللہ کی خوش نودی تو بہت بڑی چیز ہے۔ یہی بڑی کام یابی ہے۔ (التوبہ:۷۲)

بعض سماجی ہدایات

اس طرح قرآن مجید نے ان آیات میں ایک طرف ایمان والے مردوں اور عورتوں کے اوصاف بیان کیے ہیں تو دوسری طرف ان مردوں اور عورتوں کا کردار

واضح کیا ہے جن کے دلوں میں کھوٹ ہے یا جو خدا کے منکر اور باغی ہیں۔ اس کے ساتھ ان کا انجام بھی بتا دیا کہ کل قیامت کے روز کون کام یاب ہونے والا ہے اور کس کے حصے میں ناکامی آنے والی ہے۔ ان آیات میں بعض نمایاں صفات کے ذریعہ جو حقیقت سمجھائی گئی ہے، قرآن مجید کے دوسرے مقامات پر مرد اور عورت دونوں کو بعض اور مشترک ہدایات دی گئی ہیں، جن سے ان کے مطلوبہ کردار کی مزید وضاحت ہوتی ہے۔

مشترک اخلاقی خوبیاں

اسلام ایک ایسا معاشرہ تعمیر کرتا ہے جس میں دین و اخلاق پر قائم رہنا آسان اور اس کی خلاف ورزی کرنا مشکل ہوجائے، بے راہ روی اور بداخلاقی میں گرفتار ہونے کے امکانات کم سے کم تر ہوں اور اپنی سیرت و کردار کو ٹھیک رکھنے اور اسے جلا دینے کے مواقع زیادہ ہوں۔ معاشرے کی اس تعمیر میں وہ مرد اور عورت دونوں کو شریک کرتا ہے اور ان کے تعاون کو ضروری سمجھتا ہے۔ اس سلسلے میں اس نے جو ہدایات دی ہیں وہ دونوں ہی کے لیے ہیں، لیکن بعض مواقع پر اس نے ان سے الگ الگ بھی خطاب کیا ہے۔ ذیل میں اس طرح کی دو ایک مثالیں پیش کی جا رہی ہیں۔

سورۂ نور میں اسلام کے نظامِ معاشرت کے مختلف پہلو زیرِ بحث آئے ہیں۔ اس نظام میں عفت و عصمت کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ اس کے بقا و تحفظ کے لیے عورت اور مرد دونوں کو غضِّ بصر کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ	ایمان والوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی
وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى	رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔
لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا	یہ زیادہ پاک ہے ان کے لیے۔ بے شک اللہ
يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ	باخبر ہے ان تمام کاموں سے جو یہ کرتے ہیں

يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ (النور:۳۰، ۳۱)

اور ایمانی والی عورتوں سے (بھی) کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔

اسلام چاہتا ہے کہ پوری سوسائٹی میں حسن ظن اور اعتماد کی فضا ہو، کسی کی عفت و عصمت پر حملے نہ ہوں، کسی پر کیچڑ نہ اچھالی جائے اور کسی کو بدنام اور رسوا کرنے کی کوشش نہ ہو۔ واقعۂ افک[۱] کے سلسلے میں منافقین کی طرف سے اس فضا کو مکدر کرنے کی کوشش کی گئی اور بعض مخلص مسلمان بھی اس سے متاثر ہوگئے۔ اس پر قرآن نے تنبیہ کی۔ یہ تنبیہ ایمان والے مردوں اور عورتوں دونوں ہی کو تھی۔ فرمایا:

لَوْ لَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّ قَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۝ (النور:۱۲)

ایسا کیوں نہیں ہوا کہ جب تم نے یہ سنا تو ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں اپنے لوگوں کے بارے میں اچھا خیال کرتے اور یہ کہتے کہ یہ تو صریح جھوٹ ہے۔

---

[۱] واقعہ افک کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک غزوہ (غزوۂ بنی المصطلق) میں ام المومنین حضرت عائشہؓ کو اپنے ساتھ لے گئے۔ واپسی میں رات کو ایک جگہ قافلہ کا قیام ہوا۔ تھوڑی دیر آرام کے بعد پھر قافلہ کی روانگی کا اعلان ہوا تو حضرت عائشہ کچھ دور قضائے حاجت کے لیے گئی ہوئی تھیں۔ جب واپس ہوئیں تو انہیں خیال آیا کہ جو ہار وہ پہنے ہوئی تھیں وہ ٹوٹ کر وہیں گر پڑا ہے۔ وہ اس کی تلاش میں وہیں پہنچیں جہاں سے آئی تھیں۔ ادھر جس ہودج میں وہ سفر کر رہی تھیں اسے قافلہ والوں نے اونٹ پر رکھا اور قافلہ روانہ ہوگیا۔ انہیں اس کا احساس بھی نہیں ہوا کہ وہ ہودج میں نہیں ہیں۔ حضرت عائشہؓ واپس ہوئیں تو قافلہ جاچکا تھا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ انہیں اسی جگہ رکنا چاہیے جہاں ان کا قیام تھا، اس لیے کہ لوگ انہیں تلاش کرنے یہیں آئیں گے۔ وہیں بیٹھے بیٹھے ان کی آنکھ لگ گئی اور وہ لیٹ گئیں۔ قافلہ میں حضرت صفوان بن معطلؓ بھی شریک تھے۔ انہیں یہ ہدایت تھی کہ قافلہ کے روانہ ہونے کے بعد وہ دن نکلنے تک وہیں رہیں اور کوئی سامان وغیرہ رہ جائے تو اپنے ساتھ لیتے آئیں۔ انہوں نے صبح جب دیکھا کہ حضرت عائشہؓ لیٹی ہوئی ہیں تو ان کی زبان سے بے ساختہ انا للہ نکلا۔ =

اسی سلسلے میں مزید ارشاد ہوا:

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾ وَ لَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷﴾ (النور:۱۵-۱۷)

جب تمہاری زبانیں اسے ایک دوسرے سے نقل کر رہی تھیں اور تم اپنے منہ سے ایسی بات بول رہے تھے، جس کا تمہیں علم نہیں تھا اور تم اسے بہت ہلکی بات سمجھ رہے تھے حالاں کہ یہ اللہ کے نزدیک بڑی بات تھی۔ ایسا کیوں نہیں ہوا کہ جب تم نے یہ سنا تو کہتے، ہمارے لیے تو اس کا زبان سے نکالنا بھی صحیح نہیں ہے۔ سبحان اللہ! یہ تو بڑا بہتان ہے۔ اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی تم ایسی حرکت نہ کرو اگر تم ایمان والے ہو۔

منافقین معاشرہ کو بگاڑنے کی کوشش نہ کریں

اسلام معاشرہ کو جو بلندی اور پاکیزگی عطا کرنا چاہتا تھا اسے منافقین سخت ناپسند کرتے تھے۔ وہ جس اخلاقی پستی میں مبتلا تھے پورے معاشرے کو اسی پستی میں

= اس سے حضرت عائشہؓ کی بھی آنکھ کھل گئی انہوں نے چپ چاپ اونٹ حضرت عائشہؓ کے قریب کر دیا تاکہ وہ سوار ہوجائیں جب وہ سوار ہوگئیں تو وہ اونٹ کو ہانک کر قافلہ تک لے آئے۔ انہوں نے یہ بھی گوارہ نہ کیا کہ اونٹ پر خود بھی سوار ہوجائیں بلکہ پیدل چلتے رہے اور راستہ بھر حضرت عائشہؓ سے کوئی بات تک نہیں کی۔ ان حضرات کے پہنچنے پر منافقین کو جو اس طرح کے مواقع کی تلاش میں مستقل رہتے تھے، ایک شوشہ ہاتھ آگیا، انہوں نے چہ میگوئیاں شروع کر دیں، اس میں بعض سادہ لوح مسلمان بھی شریک ہوگئے۔ رسولِ اکرم ﷺ، حضرت عائشہؓ اور سب ہی مسلمانوں کو اس سے سخت تکلیف پہنچی۔ قرآن مجید نے اسی سورہ میں حضرت عائشہؓ کی برأت اور پاک دامنی کا اعلان کیا اور مسلمانوں کو بعض اہم معاشرتی احکام دیے۔ (واقعہ افک کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ بخاری، کتاب التفسیر (سورۃ النور) باب لولآ اذ سمعتموہ الخ، مع فتح الباری: ۸/۳۰۶

دیکھنا چاہتے تھے اس کے لیے وہ نئے نئے شوشے چھوڑتے، افواہیں اڑاتے، فحش باتیں پھیلاتے اور سیدھی سادی اور شریف عورتوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے رہتے تھے۔ قرآن مجید نے دنیا و آخرت میں اس کے برے نتائج سے انہیں آگاہ کیا۔ فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (النور:۱۹)

جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی کا چرچا ہو ان کے لیے دنیا اور آخرت میں درد ناک عذاب ہے۔ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

بدکاروں کے لیے برے جوڑے، نکوکاروں کے لیے نیک جوڑے

اسی ذیل میں یہ نفسیاتی حقیقت بھی واضح کی گئی کہ کسی بھی شخص کا رجحان انہیں افراد کی طرف ہوتا ہے، جو اس کے ہم خیال اور ہم مشرب ہوں، برے افراد اپنے جیسے برے افراد سے قریب ہوتے ہیں اور جن لوگوں میں نیکی اور شرافت ہوتی ہے وہ نیک اور شریف انسانوں سے قربت اور یگانگت محسوس کرتے ہیں۔ یہی نفسیات عورت اور مرد کے تعلقات کے پیچھے بھی کام کرتی ہے۔ برے مرد کا رجحان بری عورت کی طرف اور بری عورت کا برے مرد کی طرف ہوتا ہے۔ اسی طرح نیک مردوں اور عورتوں کے درمیان بھی ایک طرح کی ذوقی اور طبعی مناسبت ہوتی ہے۔ اسی بنیاد پر ان کے درمیان تعلقات بھی قائم ہوتے ہیں۔ فرمایا:

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَ الطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَ الطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ (النور:۲۶)

خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے ہوتے ہیں، پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہوتے ہیں۔ یہ ان گندی باتوں سے پاک ہیں، جو یہ کہہ رہے ہیں۔ ان کے لیے تو مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔

مطلب یہ کہ جو افواہیں منافقین کی طرف سے پھیلائی جا رہی ہیں سوچنا چاہیے کہ کیا وہ ان مقدس اور پاکیزہ شخصیتوں کی سیرت سے کچھ بھی میل کھاتی ہیں؟ کیا اللہ کے رسول ﷺ کے حبالۂ عقد میں (نعوذ باللہ) کوئی گندی اور ناپاک عورت آسکتی ہے؟ اس طرح کیا کوئی بدکار اور بدچلن عورت کسی نیک، پارسا اور وہ بھی اللہ کے پیغمبر کو پسند کرسکتی ہے؟

یہ سورۂ نور کی آیتیں ہیں۔ سورۂ احزاب میں بھی یہ موضوع زیر بحث آیا ہے۔ منافقین جس طرح کی گندی باتیں اور ناشائستہ حرکتیں کرتے تھے، اس سے رسولِ اکرم ﷺ کو سخت اذیت پہنچتی تھی۔ یہ کوئی معمولی بات نہ تھی۔ اللہ کے رسول کو اذیت دینا، حقیقت میں اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچانا ہے۔ یہ دنیا و آخرت میں اللہ کی رحمت سے دوری اور دردناک عذاب کا موجب ہے۔ فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾ (الاحزاب:۵۷)

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے اس نے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

منافقین کی ان حرکتوں سے اہل ایمان مرد اور عورتیں بھی سخت اذیت محسوس کر رہے تھے۔ قرآن نے ان منافقین سے کہا کہ تم اپنی ان حرکتوں سے کوئی کارِثواب نہیں انجام دے رہے ہو، بلکہ 'اثم مبین' کا ارتکاب کر رہے ہو:

وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۸﴾ (الاحزاب:۵۸)

جو لوگ ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو، بغیر اس کے کہ انہوں نے کچھ کیا ہو، ایذا پہنچاتے ہیں وہ بہتان اور صریح گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔

اس کے بعد انہیں تنبیہ کی گئی کہ اگر وہ اپنی ان حرکتوں سے باز نہ آئے معاشرہ کی اخلاقی فضا کو مکدر کرنے کی سازشیں کرتے رہے اور خدا ترس او رنیک سیرت انسانوں کو اسی طرح تکلیف پہنچانے کا سلسلہ جاری رکھا تو ریاست میں انہیں جو امان حاصل ہے وہ ختم ہوجائے گا اور ان کے خلاف سخت اقدام کیا جائے گا۔ ارشاد ہے:

لَئِنۡ لَّمۡ يَنۡتَهِ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَ الَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ وَّالۡمُرۡجِفُوۡنَ فِى الۡمَدِيۡنَةِ لَـنُغۡرِيَنَّكَ بِهِمۡ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوۡنَكَ فِيۡهَاۤ اِلَّا قَلِيۡلًا ۛۚ ۝٦٠ مَّلۡعُوۡنِيۡنَ ۛۚ اَيۡنَمَا ثُقِفُوۡۤا اُخِذُوۡا وَقُتِّلُوۡا تَقۡتِيۡلًا ۝٦١ سُنَّةَ اللّٰهِ فِى الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلُ ۚ وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبۡدِيۡلًا ۝٦٢

(الاحزاب:۶۰-۶۲)

اگر یہ منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے اور مدینہ میں افواہیں پھیلانے والے اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم ضرور تمہیں ان کے خلاف کھڑا کردیں گے۔ پھر یہ لوگ آپ کے پاس کم ہی رہ پائیں گے اور وہ بھی پھٹکارے ہوئے۔ جہاں کہیں وہ پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور بری طرح مارے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا یہی دستور رہا ہے اور آپ اللہ کے اس دستور میں کوئی رد و بدل نہیں پائیں گے۔

اہلِ ایمان ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑائیں

ہر شخص کو اپنا وقار عزیز ہوتا ہے وہ نہیں چاہتا کہ کوئی اسے حقارت کی نظر سے دیکھے اور اسے مذاق کا موضوع بنایا جائے، لیکن بعض لوگوں کو ان کا کبر و غرور دوسروں کے احترام سے باز رکھتا ہے، ان کے نزدیک کسی کی عزت و وقار کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی اور وہ بڑی آسانی سے اس کا تمسخر کرنے اور مذاق اڑانے لگتے ہیں۔ یہ ایک مہلک بیماری ہے۔ جو شخص اس بیماری میں مبتلا ہو اس کے تعلقات

بہت جلد دوسروں سے خراب ہونے لگتے ہیں اور معاشرہ میں لطف و محبت اور ایک دوسرے کی عزت و احترام کی فضا ختم ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہ بیماری مردوں میں جتنی ہوتی ہے، عورتوں میں اس سے کم نہیں ہوتی، بلکہ شاید کچھ زیادہ ہی ہوتی ہے۔ قرآن مجید نے دونوں کو اس سے منع کیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَ لَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾ (الحجرات:۱۱)

اے ایمان والو! نہ تو مرد ایک دوسرے کا مذاق اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، ایک دوسرے پر طعن و تشنیع نہ کرو اور نہ برے القاب سے پکارو۔ ایمان کے بعد فسق کا نام لگنا بہت برا ہے۔ جو لوگ (ان سب باتوں سے) توبہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔

ان مثالوں سے یہ بات واضح ہے کہ عورت کے تعاون سے ہی اخلاق، تقویٰ اور طہارت کی فضا پیدا ہوسکتی ہے۔ معاشرے میں بھلائیوں کا فروغ پانا اسی وقت ممکن ہے، جب کہ عورت اور مرد ایک دوسرے کی مدد کریں۔ اس کے بغیر صحیح معنی میں ایک اسلامی معاشرہ نہ تو وجود میں آسکتا ہے اور نہ باقی رہ سکتا ہے۔

☆☆☆

مسلمان خواتین کی دعوتی ذمہ داریاں

گزشتہ مباحث کی روشنی میں اس حقیقت سے انکارنہیں کیا جاسکتا کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت اور معاشرہ کی اصلاح جس طرح امت مسلمہ کے مردوں کی ذمہ داری ہے، اسی طرح اس کی خواتین کی بھی ذمہ داری ہے۔ ایک مسلمان عورت معاشرہ کی صلاح وفساد سے نہ تو کنارہ کش رہ سکتی ہے اور نہ اسے فی الواقع رہنا چاہیے۔ وہ اپنی استطاعت کی حد تک امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فرض ادا کرے گی اور معاشرہ کو بنانے اور سنوارنے کی بھرپور کوشش کرے گی۔ البتہ مقصد میں اشتراک کے باوجود عورت اور مرد کے دائرے الگ ہوں گے اور وہ ان حدود میں کام کریں گے جو اللہ اور اس کے رسولؐ نے مقرر کردیے ہیں۔

شوہر اور بچوں کا حق مقدم ہے

عورت، جن دائروں میں یہ فرض انجام دے گی اور جس طرح انجام دے گی، ذیل میں اسے ایک ترتیب کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے۔ عورت کا براہِ راست اور قریبی تعلق اس کے شوہر اور بچوں سے ہوتا ہے، اس لیے ان کا حق مقدم ہے۔ اسے سب سے پہلے ان ہی کے درمیان اپنے دعوتی فرائض انجام دینے چاہئیں۔

میاں بیوی کے تعلق کی نوعیت

میاں بیوی کے درمیان اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی محبت اور کشش رکھی

ہے۔ ان کا وجود ایک دوسرے کے لیے وجہ سکون ہوتا ہے۔ وہ ایک دوسرے کے رنج و راحت میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی خوبیوں اور خامیوں سے اچھی طرح واقف ہوتا ہے۔ اس کی کم زوریوں کو برداشت بھی کرتا ہے اور خوبیوں سے فائدہ بھی اٹھاتا ہے۔ پھر یہ کہ زندگی کی تگ و دو میں وہ ایک دوسرے کے لیے اس طرح ضروری ہو جاتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی دوسرے کو الگ کر کے کسی مسئلہ پر نہیں سوچتا۔ قرآن مجید نے میاں بیوی کے تعلق کے اظہار کے لیے کتنی بہترین تعبیر اختیار کی ہے۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ — وہ تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔ (البقرۃ:۱۸۷)

بیوی کے تعاون کی اہمیت

عورت، مرد کی معاون اور مددگار ہے۔ وہ کفر وشرک اور معصیت میں بھی اس کا تعاون کرسکتی ہے اور اس کا تعاون اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے احکام کی بجا آوری میں بھی حاصل ہوسکتا ہے۔ اس کے اس تعاون کی بڑی اہمیت ہے اور اس کے دور رَس نتائج نکلتے ہیں۔ عورت چاہے تو ایک غلط رَو شوہر کو اس کی غلط روی میں اس حد تک پہنچا سکتی ہے کہ اس کے لیے واپسی دشوار ہو جائے۔ اسی طرح وہ چاہے تو دین کے معاملہ میں بھی مرد کی استقامت کا سبب بن سکتی ہے۔

پہلی مثال ابولہب کی بیوی کی ہے۔ ابولہب، رسول اللہ ﷺ کا بدترین دشمن تھا، آپ کو سخت سے سخت اذیتیں پہنچاتا تھا۔ آپؐ کو ستانے اور پریشان کرنے میں گویا اس کو لطف آتا تھا۔ اس کی بیوی اس معاملہ میں اس کی سب سے بڑی معاون اور مددگار تھی۔ وہ آپ کے خلاف جو منصوبہ بناتا اور جو اقدام کرتا اس کی تائید اسے حاصل ہوتی۔ ابولہب کو اپنی دولت پر بھی بڑا ناز تھا۔ یہ دولت اس کے

پاس بہت ہی ناپاک ذرائع سے آتی تھی۔ اس کے اکٹھا کرنے میں بھی اس کی بیوی کا ہاتھ تھا۔ ایک دنیا دار اور حریص عورت کی طرح وہ جائز و ناجائز ہر طریقہ سے دولت سمیٹنے کی اسے ترغیب دیتی رہتی تھی، اور کسی اچھے مقصد میں صرف کرنے سے اسے روکتی تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ دین کی مخالفت میں بڑھتا چلا گیا۔ رسول اللہ ﷺ سے اس کی قرابت اور رشتہ داری تھی، لیکن اس رشتہ اور تعلق کی بھی اس نے کوئی رعایت نہیں کی اور اخلاق و شرافت کے سارے حدود توڑ ڈالے۔ اس کی بیوی نے نہ صرف یہ کہ اس غلط روی سے اسے باز رکھنے کی کوشش نہیں کی، بلکہ اس کی ہمت افزائی کرتی رہی اور ہر غلط اور غیر شریفانہ حرکت میں اس کی پشت پناہ بنی رہی۔ وہ جہنم میں جا رہا تھا تو اس کے لیے ایندھن فراہم کر رہی تھی۔ قرآن مجید نے کہا کہ آج یہ جس دولت پر نازاں ہے، کل وہ اس کے کچھ کام نہ آئے گی اور وہ ذلیل و خوار ہوکر اپنے شوہر کے ساتھ جہنم میں جائے گی۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ۝١ مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ ۝٢ سَيَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝٣ وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝٤ فِیْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝٥ (اللھب ۱-۵)

ٹوٹ گئے ابولہب کے ہاتھ اور وہ تباہ ہوا۔ اس کا مال اور جو کچھ اس نے کمایا وہ اس کے کام نہ آیا۔ اب وہ دہکتی ہوئی آگ میں جائے گا اور (ساتھ ہی) اس کی بیوی بھی لکڑیوں کا گٹھر اٹھائے ہوئے۔ اس کی گردن میں کھجور کی چھال کی رسی پڑی ہوگی۔

دوسری مثال حضرت خدیجہؓ کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد سب سے پہلے اسلام لائیں، اپنا مال و دولت سب کچھ دین کے لیے وقف کر دیا۔ اس راہ میں جو مشکلات آئیں بہ خوشی انہیں برداشت کیا، نازک سے نازک مرحلہ میں بھی صبر و استقامت کا ثبوت دیا۔ باہر کی دنیا میں رسول اللہ ﷺ کی شدید مخالفت ہوتی تھی، لیکن گھر کے اندر حضرت خدیجہؓ آپؐ کی دل جوئی اور تسکین کا سامان فراہم

کرتی تھیں اور ہر طرح آپؐ کی ہمت افزائی فرماتی تھیں۔ تاریخ میں حضرت خدیجہؓ کا نام رسول اللہ ﷺ کی بہترین رفیقِ حیات اور راہِ حق کے بہترین معاون کی حیثیت سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہوگیا ہے۔ ہمارے قدیم اور مشہور مورخ ابن اسحٰق کہتے ہیں:

امنت به خديجة بنت خويلد و صدقت بما جاءه من الله و وازرته على امره و كانت اول من امن بالله و برسوله و صدق بما جاء منه فخفف الله بذالك عن نبيه ﷺ لا يسمع شيئا مما يكرهه من رد عليه و تكذيب له فيحزنه ذلك الا فرج الله عنه بها اذا رجع اليها تثبته و تخفف عليه و تصدقه و تهون عليه امر الناس رحمها الله

(سیرۃ ابن ہشام: ۱/۲۵۹)

حضرت خدیجہؓ بنت خویلد آپؐ پر ایمان لائیں، اللہ کی طرف سے جو دین آپؐ لائے اس کی تصدیق کی، آپؐ کی تبلیغی جدوجہد میں آپؐ کی معاونت فرمائی۔ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانے اور آپؐ کی تعلیمات کو ماننے والوں میں پہلی شخصیت ان ہی کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ اپنے نبیؐ کا بوجھ ہلکا کیا۔ رسول اللہ ﷺ، اپنی تردید یا تکذیب یا کوئی بھی تکلیف دہ بات سنتے تو جس وقت آپؐ حضرت خدیجہؓ کے پاس پہنچتے تو اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے اسے دور فرماتا۔ وہ آپؐ کو ثابت قدم رکھتیں، آپؐ کا غم ہلکا کرتیں، آپ کی باتوں کی تصدیق کرتیں اور لوگوں کے رویے کی تحقیر اور مذمت فرماتیں۔ رحمہا اللہ

دینی امور میں میاں بیوی کا تعاون مطلوب ہے

اسلام کے نزدیک میاں بیوی کو دین کے معاملے میں ایک دوسرے کا معاون اور مددگار ہونا چاہیے۔ یہ تعاون کتنا پسندیدہ اور کس قدر مطلوب ہے اس کا اندازہ ذیل کی حدیثوں سے ہوسکتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

رحم الله رجلا قام من الليل فصلى و ايقظ امرأته فان ابت نضح في وجهها الماء رحم الله امرأة قامت من الليل فصلت و ايقظت زوجها فان ابى نضحت في وجهه الماء.

اللہ کی رحمت ہو اس شخص پر جو رات کو اٹھے اور نماز پڑھے اور اپنی بیوی کو بھی جگائے۔ اگر وہ نہ اٹھے تو اس کے منہ پر پانی چھڑک دے۔ اللہ کی رحمت ہو اس عورت پر بھی جو رات کو اٹھے، نماز پڑھے اور اپنے شوہر کو جگائے۔ اگر وہ نہ اٹھے تو اس کے چہرہ پر پانی چھڑک دے۔

(ابوداؤد، ابواب قیام اللیل، نسائی کتاب الصلوٰۃ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا ايقظ الرجل اهله من الليل فصليا او صلى ركعتين جميعا كتب في الذاكرين والذاكرات

جب آدمی اپنی بیوی کو رات میں جگائے اور دونوں (الگ الگ) یا مل کر ایک ساتھ دو رکعت (بھی) نماز پڑھ لیں تو ان کا نام اللہ کو یاد کرنے والوں اور یاد کرنے والیوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔

(ابوداؤد، ابواب قیام اللیل، ابن ماجہ، کتاب الصلوٰۃ)

ان حدیثوں میں اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ شوہر، بیوی کو اور بیوی شوہر کو نماز کی طرف توجہ دلائے، پیار اور محبت سے شب بیداری کے لیے آمادہ کرے اور کوشش کرے کہ اس کا رفیقِ حیات بھی اٹھے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوجائے تاکہ جس سعادت سے وہ بہرہ مند ہو رہا ہے اس کا زندگی بھر کا ساتھی اس سے محروم نہ رہے۔ نماز سب سے بڑی عبادت ہے۔ دین میں کسی بھی عمل کو اس سے زیادہ اہمیت حاصل نہیں ہے۔ اگر میاں بیوی کے درمیان نماز کے سلسلے میں تعاون ہونے لگے تو توقع یہی ہے کہ دین کے ہر معاملے میں وہ ایک دوسرے کا تعاون کریں گے۔

نیک خاوند سے تعاون کی شکلیں

شوہر اگر دین دار ہے، اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق پہچانتا ہے، اپنی حد تک دعوت و تبلیغ اور خلقِ خدا کی اصلاح میں سرگرم ہے تو عورت کا فرض ہے کہ ان تمام کاموں میں اس کی مدد کرے، اس کے لیے ہر ممکنہ سہولت فراہم کرے، امورِ خیر میں کبھی اس سے غفلت اور کوتاہی ہو تو نرمی اور محبت سے اسے توجہ دلائے، اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے جدوجہد کرنے اور اس کی خاطر وقت، آسائش و راحت اور روپے پیسے صرف کرنے کو اپنے لیے بھی اور شوہر کے لیے بھی بہت بڑی سعادت سمجھے، اس راہ میں جو مشکلات پیش آئیں انہیں صبر و سکون کے ساتھ برداشت کرے۔ کسی نیک انسان کے لیے اس طرح کی بیوی دنیا کی سب سے بڑی دولت ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ دنیا کی وہ بہترین دولت کیا ہے جسے انسان اپنے پاس رکھے۔ آپ نے فرمایا:

افضله لسان ذاکر و قلب شاکر و زوجة مومنة تعینه علیٰ ایمانه	سب سے بہتر دولت ہے اللہ کا ذکر کرنے والی زبان، اس کا شکر کرنے والا دل اور ایسی صاحب ایمان بیوی جو ایمان کے راستے میں اس کی مدد کرے۔

(ترمذی، ابواب التفسیر، تفسیر سورۃ التوبہ)

بیوی کے تعاون سے ہمت افزائی ہوتی ہے

بیوی کے تعاون سے آدمی کی ہمت بڑھتی ہے اور وہ قوت و توانائی محسوس کرتا ہے، جس کام میں بیوی ساتھ دے آدمی اسے خوش دلی کے ساتھ انجام دیتا ہے اور اس راہ کی مشکلات کو بھی آسانی سے برداشت کر جاتا ہے۔ بیوی کی زبان سے تائید کا ایک کلمہ دوسروں کی ہزار تعریف و توصیف سے بہتر ہوتا ہے۔ اگر بیوی

صدق دل سے یہ کہہ دے کہ آپ اپنے نصب العین کے لیے جو کچھ کر رہے ہیں وہ صحیح ہے، اسے جاری رکھیے، میں آپ کے ساتھ ہوں تو آدمی باہر کی مخالفتوں کے باوجود اسے جاری رکھ سکتا ہے۔ ورنہ ہمت ٹوٹنے لگتی ہے۔ بیوی کا تعاون ہو تو وہ لوگ بھی دین پر عمل کرنے لگتے ہیں، جن کا دینی احساس کچھ زیادہ قوی نہیں ہوتا۔ لیکن اگر بیوی دینی فکر کی حامل نہ ہو، مادی ذہن و مزاج رکھتی ہو اور آخرت کو بھول کر دنیا دارانہ زندگی پر اصرار کرنے لگے تو بہت سے نیک اور صالح انسان بھی دین سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور انہیں بہت سے وہ کام کرنے پڑتے ہیں، جن کی شریعت اجازت نہیں دیتی اور جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناروا اور سخت ناپسندیدہ ہیں۔

آدمی حق پر ثابت قدم رہ سکتا ہے

دین کے معاملے میں آدمی سے جو استقامت مطلوب ہے اس کے لیے بھی بیوی کے تعاون کی بڑی اہمیت ہے۔ صحابۂ کرام نے دین کی راہ میں جس بے نظیر استقامت کا ثبوت دیا، اس کے پیچھے ان کی نیک اور خدا ترس بیویوں کا بھی ہاتھ رہا ہے۔ اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے نازک سے نازک حالات میں بھی اپنے شوہروں کا ساتھ نہ چھوڑا اور انہوں نے جو بھی قدم اٹھایا اس کی انہوں نے تائید اور حمایت کی۔ تنگی ترشی، مخالفت اور کش مکش، ہجرت اور جہاد، ہر مرحلہ میں صحابۂ کرامؓ کو ان کی بیویوں کا تعاون حاصل رہا۔ ایسی کوئی ایک بھی مثال نہیں ملتی کہ صحابۂ کرامؓ کے لیے ان کی بیویاں کبھی زنجیر پا بن گئی ہوں اور ان کی راہ میں رکاوٹ ڈالی ہوں۔

نیک شوہر سے عدمِ تعاون ناپسندیدہ ہے

بیوی کے تعاون کے بہت سے فوائد ہیں۔ ان میں سے بعض کا یہاں ذکر کیا گیا ہے۔ شریعت کے نزدیک یہ تعاون جتنا مطلوب و محمود ہے، اسی قدر یہ

بات سخت ناپسندیدہ اور قابل مذمت ہے کہ کوئی عورت اپنے نیک شوہر سے عدم تعاون کا رویہ اختیار کرے۔ حدیث میں آتا ہے کہ کسی متقی اور خدا ترس انسان کو اس کی بیوی پریشان کرتی ہے تو جنت میں اسے جو حور ملنے والی ہے وہ کہتی ہے:

لاَ تؤذيه قاتلك الله فانما هو عندكِ دخيل يوشك ان يفارق الينا. (ترمذی، ابن ماجہ)

تیرا برا ہوا۔ اسے تکلیف نہ دے۔ وہ تو تیرے پاس اجنبی ہے۔ بہت جلد ہمارے پاس پہنچ جائے گا۔

برے خاوند کی اصلاح

ایک مسلمان عورت کے لیے اس وقت مسائل پیدا ہوتے ہیں، جب کہ شوہر کو دین سے دل چسپی نہ ہو، وہ تو دین کو مقدم رکھے اور شوہر اسے اہمیت نہ دے، وہ دین پر چلنا چاہے اور شوہر اس کی مخالفت کرے، وہ اپنے گھر اور ماحول کو اسلامی بنانے کی کوشش کرے اور شوہر اس کی راہ میں مزاحم ہو۔ جو خواتین اس صورتِ حال سے دو چار ہوں، ان کو بڑے ہی صبر و ضبط اور حکمت و دانائی کے ساتھ اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے۔

اصلاح کی تدابیر

اس طرح کی خواتین کو چند باتوں کا خاص اہتمام کرنا چاہیے:

۱۔ جہاں تک ہو سکے وہ اللہ اور رسولؐ کے احکام پر خود عمل کریں۔ نماز، روزہ، صدقہ و خیرات، تلاوت، ذکر اور دوسری عبادات کا اہتمام کریں۔ لباس، وضع قطع، معاشرت اور آپس کے تعلقات میں اسلامی حدود کی پابند رہیں اور اخلاق و سیرت کا بہتر نمونہ پیش کریں۔ یہ خاموش تبلیغ ہوگی۔ اگر شوہر میں دینی حِس زندہ ہو تو وہ اس سے متاثر ضرور ہوگا اور اس پر ضرور غور کرے گا۔

۲- اللہ تعالیٰ نے شوہر کے بڑے حقوق بتائے ہیں۔ ان حقوق کے ادا کرنے میں اپنی حد تک کوتاہی نہ کریں۔ معروف میں اس کی اطاعت کو ضروری سمجھیں، لیکن اگر وہ کسی معصیت کا حکم دے تو معذوری ظاہر کر دیں اور نرمی سے سمجھا دیں کہ میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرسکتی۔ اس سے وقتی طور پر شوہر کی خفگی بھی مول لینی پڑے تو اسے برداشت کریں، اس سے دین کی اہمیت واضح ہوگی۔ شوہر کے ساتھ محبت، ہمدردی اور غم خواری کا رویہ رکھیں، اس کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھیں، اس کے مال و متاع کی اپنے مال و متاع کی طرح حفاظت کریں اور کسی بھی ایسے اقدام سے حتیٰ الوسع احتراز کریں، جس سے تعلقات خراب ہوسکتے ہوں۔ شرافت و اخلاق سے بڑا ہتھیار آج تک انسان نے دریافت نہیں کیا ہے۔ اس سے بڑے سے بڑے مخالف کا دل جیتا جاسکتا ہے، اس لیے آپ کا اعلیٰ اخلاقی رویہ شوہر کے اندر تبدیلی لاسکتا ہے۔

۳- شوہر کے مرتبہ و مقام کی پوری رعایت کرتے ہوئے دل سوزی اور غم خواری کے ساتھ اس کی اصلاح کی کوشش جاری رکھیں۔ لیکن مستقل وعظ و نصیحت سے احتراز کریں۔ جب آمادگی محسوس ہو تو کوئی آیت یا حدیث یا سلف کا کوئی واقعہ سنا دیں۔ یا موثر انداز میں دین کا کوئی پہلو واضح کردیں، اسی طرح کبھی مناسبِ ذوق کوئی کتاب، رسالہ یا اخبار مطالعہ کے لیے دے دیں یا پڑھ کر سنا دیں۔ اس طرح آہستہ آہستہ ذہن کو موڑنے کی کوشش کریں۔ جلد بازی بے سود ہے۔

۴- اس سلسلہ میں بحث و تکرار، اعتراض و تنقید اور طنز و تعریض کسی طرح مفید نہیں ہے۔ تندی اور تیزی، غصہ اور خفگی کا اظہار بھی نقصان دہ ہے۔ اس

سے مرد کے اندر ضد اور نفرت پیدا ہوسکتی ہے اور وہ اسلام سے زیادہ دور ہوسکتا ہے۔ چھوٹوں کی تنقید برداشت کرنا بڑے دل گردے کا کام ہے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ دینی جذبہ بہت زیادہ قوی ہو، جہاں یہ جذبہ نہ ہو وہاں تنقید سے احتراز ہی کرنا چاہیے۔

۵- آدمی جس ماحول میں اٹھتا بیٹھتا ہے اس کا اس کے بنانے اور بگاڑنے میں بڑا دخل ہوتا ہے۔ اگر شوہر دین و اخلاق کو خراب کرنے والے کسی ماحول میں گھر گیا ہے تو اس ماحول سے نکالنے کی پوری کوشش ہونی چاہیے۔ اس سے نکلے بغیر اصلاح آسان نہیں ہے۔ عورت اس معاملہ میں بہت معاون ثابت ہوسکتی ہے۔ اگر وہ صبر وسکون سے کام لے اور گھر کے اندر کشش اور جاذبیت پیدا کرلے تو شوہر کو اس ماحول سے نکال سکتی ہے۔ ایسی صورت میں عام طور پر میاں بیوی کی علیحدگی کے بارے میں سوچا جاتا ہے، لیکن یہ آخری علاج ہے۔ اس سے پہلے ایک دین دار عورت کو شوہر کی اصلاح کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔

بچوں کی اصلاح

جہاں تک بچوں کا تعلق ہے، ماں ان کی نگراں اور سرپرست ہے۔ وہ معروف میں اس کی اطاعت کے پابند ہیں۔ اسے ان کی اصلاح وتربیت کا اخلاقی اور قانونی حق حاصل ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی ایک مشہور روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلْمَرْأَۃُ رَاعِیَۃٌ عَلٰی بَیْتِ زَوْجِھَا وَ وَلَدِہٖ وَھِیَ مَسْئُوْلَۃٌ عَنْھُمْ (بخاری ومسلم)

عورت نگراں ہے اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی اور ان کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا۔

ماں کی یہ دینی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کو اسلام کی تعلیم دے، ان کو اسلام اور غیر اسلام کا فرق سمجھائے اور دین کا صحیح اور جامع تصور ان کے ذہنوں میں بٹھائے، ان کی سیرت و کردار کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرے، کفر و شرک اور بدعت سے اجتناب کی تعلیم دے، نماز روزہ اور دیگر احکامِ شرع کا پابند بنائے، ان کے اندر دنیا کی جگہ دین کی محبت پیدا کرے اور دین کی خدمت اور اسے سربلند کرنے کا جذبہ ابھارے۔ یہ دین جو ہم تک پہنچا ہے اس میں بڑا دخل ہماری ان ماؤں کا ہے جنھوں نے اسے ایک نسل سے دوسری نسل تک پہنچانے کی کوشش کی۔

آج ہمارے چاروں طرف غیر اسلامی فضا چھائی ہوئی ہے۔ انسان اسلام سے تو واقف نہیں ہوتا البتہ غیر اسلامی افکار کا اُسے شب و روز درس ملتا رہتا ہے۔ دین کی تعلیم اگر کہیں ملتی بھی ہے تو بہت ناقص اور ادھوری۔ اگر ہماری مائیں اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں تو ہمارے گھر دینی تعلیم کے بہترین مرکز بن جائیں۔ اس سے ایک طرف تو امت کو خدا ترس افراد، دین کے سچے خادم اور جاں نثار سپاہی ملتے رہیں گے اور دوسری طرف باہر کی دنیا میں مرد زیادہ بہتر طریقے سے دعوت و تبلیغ کا فرض انجام دے سکیں گے۔

خاندان کی اصلاح

شوہر اور بچوں کے علاوہ بھائی بہن اور خاندان کے دوسرے قریبی رشتے داروں کے درمیان بھی ایک مسلمان عورت کو دعوت و تبلیغ اور اصلاح و تربیت کا فرض انجام دینا چاہیے۔ اپنے بڑوں میں دین سے غفلت اور کوتاہی پائی جاتی ہے یا انہیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہیں ہے تو ادب و احترام کے ساتھ انہیں اس کی طرف توجہ دلانی چاہیے۔ بڑوں کی غلطیوں پر نہ ٹوکنا یا سکوت اختیار کر لینا خیر خواہی نہیں ہے۔ جو چھوٹے ہیں ان کو دین کی اہمیت سمجھانی چاہیے۔ اگر وہ

اسلام سے ناواقف ہیں تو اس کے مطالعہ کی ترغیب دینی چاہیے۔ اسلام کے بارے میں ان کی معلومات ناقص اور ادھوری ہوں تو ان کو صحیح اور مکمل معلومات فراہم کرنی چاہیے۔ وہ کسی غلط فہمی کا شکار ہوں تو اس کی اصلاح کرنی چاہیے۔ اگر ان میں کوئی دینی اور اخلاقی کم زوری ہو تو اسے پیار اور محبت سے دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ غرض یہ کہ اس معاملہ میں ان کی جو بھی مدد کی جاسکتی ہو کی جانی چاہیے۔

ماحول کی اصلاح

خاندان سے باہر بھی شرعی حدود کی رعایت کرتے ہوئے مسلمان خواتین کو دعوت و اصلاح کا فرض انجام دینا چاہیے۔ برائیاں ہمارے گھروں ہی میں نہیں پورے ماحول میں پھیل چکی ہیں۔ خدا بے زاری، عبادات سے غفلت، اخلاق میں گراوٹ، معاملات میں بگاڑ، ظلم و زیادتی، اونچ نیچ اور غلط رسم و رواج نے معاشرہ کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ اس کی اصلاح میں عورتوں کو بھی اپنا حصہ ادا کرنا چاہیے۔ وہ تقریروں کے ذریعے اور مقالے اور مضامین لکھ کر ان برائیوں کے خلاف فضا بھی بنا سکتی ہیں اور اسلامی تعلیمات سے روشناس بھی کرا سکتی ہیں۔

داعیانِ دین کی رشتہ دار خواتین کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے

بہت سی خواتین وہ بھی ہیں جن کے شوہر، باپ اور بھائی وغیرہ دین کے پوری طرح پابند ہیں اور اس کی خدمت اور دعوت و تبلیغ میں لگے ہوئے ہیں۔ ایسی خواتین کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے۔ کسی نیک، خدا ترس اور دین کے داعی سے رشتہ اور تعلق کا ہونا بہت بڑی سعادت ہے۔ اس سے دین کو سمجھنے اور اس پر عمل میں آسانی ہوتی ہے، اس لیے اس طرح کی خواتین کو دین کا بہترین نمونہ ہونا چاہیے۔ اپنے بڑوں کو دین پر عمل کرتے ہوئے، وعظ و نصیحت اور دعوت و تبلیغ میں وقت لگاتے ہوئے، اس کے لیے محنت و مشقت برداشت کرتے ہوئے اور جان و

مال اور آسائش و راحت کی قربانی دیتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود دین کی طرف نہ لوٹنا اور اس سے دور رہنا بڑی ہی بدنصیبی ہے۔ اس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔ اس سے بڑا بے بہرہ اور کون ہوگا، جو اپنے گھر ہی کی دولت سے محروم ہوجائے۔ اس سے اس دعوت کو بھی نقصان پہنچتا ہے جسے مرد باہر کی دنیا میں انجام دے رہے ہیں۔ جب کسی داعی دین کے بیوی بچے ہی دین سے دور ہوں تو دوسروں کے لیے اس میں کیا کشش ہوسکتی ہے؟ کہنے والے کہیں گے کہ جس دین کو آپ پوری دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہیں، پہلے اسے اپنے بیوی بچوں پر نافذ کر کے دکھایئے۔ اس سلسلہ میں ہمیں ان ہدایات سے راہ نمائی ملتی ہے جو ازواجِ مطہرات کو دی گئیں۔ فرمایا:

يَآاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾ وَ مَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ

اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمھیں دنیا کا سامان (اپنی استطاعت کی حد تک) دے دوں اور اچھی طرح رخصت کردوں۔ لیکن اگر تم اللہ، اس کے رسول اور دارِ آخرت کی طالب ہو تو یقین جانو کہ تم میں جو نیکوکار ہیں اللہ نے ان کے لیے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔ اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو بھی کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کرے گی، اسے دو گونہ عذاب دیا جائے گا اور یہ اللہ کے لیے آسان ہے۔ (اسی طرح) تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گی اور نیک عمل کرے گی تو

وَ اَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ يٰنِسَآءَ
النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ
اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ
الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا
مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا
تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ
الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ
عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ
تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ
بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ
اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾

(الاحزاب: ۲۸-۳۴)

ہم اسے اجر (بھی) دوگنا دیں گے اور ہم نے اس کے لیے پاکیزہ رزق تیار کر رکھا ہے۔ اے نبی کی عورتو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تقویٰ اختیار کرو۔ لہٰذا بولنے میں لچک نہ پیدا کرو تاکہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ کسی طمعِ خام میں مبتلا نہ ہو اور بھلی بات کہو۔ اپنے گھروں میں سکون اور قرار سے رہو۔ سابقہ دورِ جاہلیت کی زیب و زینت نہ اختیار کرو۔ نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اے نبی کی گھر والیو! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کرے اور تمہیں اچھی طرح پاک کرے۔ تمہارے گھروں میں اللہ کی آیات اور حکمت کی جو تعلیم ہوتی ہے اس کا ذکر کرو۔ اللہ تعالیٰ بہت ہی باریک بیں اور خبر رکھنے والا ہے۔

ان آیات کا ایک پس منظر ہے۔ وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے اصحاب اپنے ماحول میں اللہ کے دین کی تعلیم دے رہے تھے، ان کے عقائد و عبادات اور اخلاق و معاملات کی اصلاح فرما رہے تھے۔ اس طرح ایک پاکیزہ معاشرہ کی تعمیر میں مصروف تھے، لیکن جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کا مرض تھا اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ کے دشمن تھے، وہ چاہتے تھے کہ یہ کوشش کام یاب نہ ہو اور معاشرہ بے دینی اور بداخلاقی کی دلدل میں پھنستا چلا جائے۔ ان کی یہ جدوجہد جہاں مردوں کے درمیان ہو رہی تھی، عورتوں کے اندر بھی ہو رہی تھی۔ اس سلسلہ میں

ان کا بڑا ہدف ازواجِ مطہرات تھیں۔ ازواجِ مطہرات کی نیکی اور تقویٰ اور اطاعت وفرماں برداری کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو جو سکون حاصل تھا اور ان کی زندگیاں جس طرح دوسری خواتین کو متاثر کر رہی تھیں یہ ان کے لیے ناقابلِ برداشت تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ اپنے غلط اور گمراہ کن پروپیگنڈہ اور دنیاداری کی تبلیغ سے ازواجِ مطہرات پر اثر انداز ہوں۔ اس لیے کہ اس کے بعد دوسری خواتین کو آسانی سے متاثر کیا جاسکتا تھا۔ یہ صورتِ حال تھی جس میں ازواجِ مطہرات کو ان کا مرتبہ و مقام بتایا گیا اور ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا گیا تاکہ وہ دین پر استقامت کا اور زیادہ ثبوت دیں۔

ان آیات میں حسب ذیل باتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ ایک یہ کہ دنیا کی طلب اور تمنا چھوڑ دیں، اللہ اس کے رسولؐ اور آخرت کو مقدم رکھیں۔ رسول اللہ ﷺ کی ازواج ہونے کی وجہ سے ان کا مقام بہت اونچا ہے۔ وہ دوسروں کے لیے نمونہ ہیں۔ ان کی نیکیوں کا ثواب بھی زیادہ ہے اور اگر ان سے کوئی جرم سرزد ہوتو اس کی پکڑ بھی سخت ہوگی۔ لہٰذا ان کے سیرت وکردار اور اخلاق کو بہت بلند ہونا چاہیے۔ نماز اور زکوٰۃ کا انہیں اہتمام کرنا چاہیے۔ اس طرح ان کا تزکیہ اور تطہیر ہوگی اور وہ کندن بن جائیں گی۔

ایک خاص سیاق میں ازواجِ مطہرات کو جو ہدایات دی گئی ہیں، ان میں ان سب خواتین کے لیے درسِ عبرت ہے، جن کے اکابر اور ذمہ دار تقویٰ اور خداترسی کی زندگی گزار رہے ہیں اور دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ اس آئینہ میں انہیں اپنے سیرت وکردار کا جائزہ لینا چاہیے۔

☆☆☆

داعی خواتین کے لیے ضروری صفات

جو خواتین دعوت و تبلیغ اور اصلاح و تربیت کی خدمت انجام دے رہی ہیں یا انجام دینا چاہتی ہیں ان کے اندر حسب ذیل صفات کا پایا جانا مطلوب اور پسندیدہ ہی نہیں بلکہ بعض پہلوؤں سے بہت ضروری ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مردوں کے لیے ان صفات کی اہمیت نہیں ہے یا کچھ کم ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ کارِ دعوت ہر فرد سے ان صفات کا تقاضا کرتا ہے۔ جب تک وہ ان صفات سے آراستہ نہ ہو اس کا حق ادا نہیں کرسکتا۔ اس پہلو سے یہ ہر داعیِ دین کی ضروری صفات ہیں۔ البتہ یہاں خصوصاً خواتین کے لیے ان کی اہمیت بیان کی جا رہی ہے۔

علمی تیاری

ہماری خواتین میں عام طور پر دین کا علم بہت کم ہے۔ ان کے دین کی ساری بنیاد کچھ رسوم و رواج اور روایات پر قائم ہے۔ وہ دین کی قدر و قیمت سے بڑی حد تک بے خبر ہیں۔ انہیں یہ نہیں معلوم کہ اس کے ذریعہ پوری زندگی کی اصلاح و تعمیر کس طرح ہوتی ہے، اس کے احکام میں کتنی معنویت ہے اور ان کی پابندی ہمارے لیے کیوں ضروری ہے؟ اس وجہ سے وہ دین پر کسی اعتراض کا جواب نہیں دے سکتیں، اس کے کسی حکم کی مخالفت ہو تو دفاع نہیں کرسکتیں اور کسی سوال کا معقول اور اطمینان بخش جواب ان کے لیے ممکن نہیں ہے۔ اس کے ساتھ انہیں نہ تو اپنے ماحول کی خبر

ہے اور نہ ان نظریات سے واقفیت ہے جو ساری خرابیوں کا سرچشمہ ہیں۔ دین کے بارے میں اتنی ناقص اور محدود معلومات اور حالات سے اس قدر بے خبری کے ساتھ دعوت و اصلاح کا کارِ عظیم انجام نہیں پاسکتا۔ اس کے لیے اپنے ماحول کو سمجھنا ہوگا، وقت کے غالب افکار و نظریات سے واقفیت حاصل کرنی ہوگی اور اسلام کی روشنی میں ان کا تنقیدی جائزہ لینا ہوگا۔ یہ آسان کام نہیں ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہماری خواتین کم سے کم وہ خواتین جو دعوت و تبلیغ کا فرض اونچے معیار اور اعلیٰ سطح سے انجام دینا چاہتی ہیں، علمی و فکری تیاری کریں، اسلام اور غیر اسلام دونوں کو تفصیل سے سمجھیں، بولنے اور لکھنے کی مشق کریں، اس کے لیے وقت نکالیں اور محنت کریں۔

خواتین کا دعوت و تبلیغ کے لیے تیار رہنا ایک اور پہلو سے بھی ضروری ہے۔ اس وقت خواتین کی اصلاح و تربیت کا کام بھی بالعموم مردوں ہی کو کرنا پڑتا ہے۔ اس میں دشواریاں بھی ہیں اور نزاکتیں بھی۔ اس کا فطری طریقہ یہ ہے کہ مردوں کے درمیان مرد اور عورتوں کے درمیان عورتیں یہ خدمت انجام دیں۔ عورتوں کی نفسیات، مسائل، الجھنوں، خوبیوں اور خامیوں سے مردوں سے زیادہ عورتیں واقف ہوسکتی ہیں اور اسے حل بھی کرسکتی ہیں۔ اس لیے عورتوں کے درمیان کام کے لیے عورتیں ہی موزوں ہوسکتی ہیں۔ اگر مسلمان خواتین اس محاذ کو سنبھال لیں تو دعوت و تبلیغ کا آدھا مسئلہ حل ہوجائے۔ وہ بڑا مبارک وقت ہوگا جب کہ اس امت کے مرد اور عورت دونوں ہی اللہ کے دین کی خدمت کے لیے کھڑے ہوجائیں۔ اسی وقت قرآن مجید کا یہ منشا پورا ہوگا کہ ایمان والے مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ معروف کا حکم دیتے اور منکر سے منع کرتے ہیں۔

پورے دین پر عمل

جو لوگ دین کا نام لیں ان کو دین پر عامل بھی ہوجانا چاہیے۔ اگر وہ خود

دین پر عمل نہ کریں تو دوسروں کو اس پر عمل کرنے کی کیا دعوت دے سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر جو دین کے سب سے بڑے داعی ہوتے ہیں وہ بار بار اپنے اوّل المسلمین ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس خدا کی بندگی اور عبادت کی ہم دعوت دیتے ہیں سب سے پہلے ہم خود اس کے سامنے سر جھکاتے ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ دین کے بارے میں آج بہت سی غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ کہ وہ Out of Date ہے، ناممکن العمل ہے، ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے وغیرہ۔ آپ کی بے عملی سے ان سب باتوں کی تائید ہوگی۔ کہنے والے کہیں گے کہ اس کے داعی بھی اس پر عمل نہیں کر سکتے۔

دین پر عمل کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ دین کے صرف ان احکام پر عمل کریں جو آپ کے لیے آسان ہوں اور جن کے کرنے کے لیے آپ کا جی چاہے، جو احکام زحمت طلب ہوں اور آپ کے مزاج کے مطابق نہ ہوں ان کو چھوڑ بیٹھیں۔ دین پر عمل کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام احکام پر عمل کیا جائے، جن پر عمل کا، دین آپ سے مطالبہ کرتا ہے۔ بہت سی خواتین نیک اور دین دار ہوتی ہیں، لیکن ان کی نیکی اور دین داری محدود ہوتی ہے۔ وہ نماز پڑھیں گی اور روزے بھی رکھیں گی، لیکن زکوٰۃ نہیں ادا کریں گی، بلکہ انہیں اس کا خیال بھی نہیں آئے گا، قرآن مجید کی تلاوت کریں گی اور اس میں کوتاہی پر انہیں افسوس بھی ہوگا لیکن اس کی انہیں کوئی فکر نہیں ہوگی کہ خود ان کی اولاد قرآن نہیں پڑھ پا رہی ہے اور وہ اس کی تعلیم کے لیے کوئی وقت نہیں نکال سکیں گی۔ وہ اوراد و وظائف کا تو اہتمام کریں گی لیکن پڑوسیوں کے حتّٰی کہ قریب ترین رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کریں گی، بلاشبہ جن احکام پر وہ عمل کرتی ہیں وہ اہم ہیں۔ امید ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اجر ضرور ملے گا، لیکن اس سے وہ دوسرے احکام ساقط نہیں ہوجاتے

جن کی ذمہ داری ان پر عائد ہوتی ہے ان کے بارے میں اندیشہ ہے کہ کل اللہ کے یہاں باز پرس ہوگی۔

جن احکام کے سلسلے میں خواتین میں غفلت پائی جاتی ہے ان کے متعلق شعوری یا غیر شعوری طور پر ان کے اندر یہ احساس پایا جاتا ہے کہ وہ صرف مردوں کے لیے ہیں۔ نماز تو ان پر فرض ہے لیکن زکوٰۃ کا ادا کرنا، چاہے وہ خود ان کے زیور اور مال ہی کی کیوں نہ ہو مرد پر واجب ہے۔ بچوں کو اچھا کھلانا پلانا، صاف ستھرا رکھنا اور ان کی خدمت کرنا تو ان کا کام ہے لیکن ان کو نماز روزہ کی تعلیم دینا اور اچھی تربیت کرنا مرد کے فرائض میں داخل ہے۔ جہاں تک دعوت وتبلیغ اور اصلاحِ امت کا کام ہے اسے وہ اپنی ذمہ داری ہی نہیں سمجھتیں۔ حالاں کہ اللہ اور اس کے رسول نے اس طرح کی کوئی تفریق نہیں کی ہے۔ اس کے نزدیک ان سب احکام کے دونوں ہی مخاطب ہیں۔ اگر مرد ان پر عمل کریں گے تو وہ اجر وثواب کے مستحق ہوں گے، اور عورتیں انہیں انجام دیں گی تو وہ اس کے ثواب سے بہرہ یاب ہوں گی۔

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَ لِلنِّسَآءِ	مردوں کا حصہ وہ ہے جو انہوں نے کمایا اور
نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ (النسآء:۳۲)	عورتوں کا حصہ وہ ہے جو انہوں نے کمایا۔

یہ آیت صاف بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں انسان کو اس کے عمل کے لحاظ سے جزا یا سزا ملے گی۔ وہ یہاں جو بوئے گا وہی وہاں کاٹے گا۔ اگر وہ نیک کردار ہے تو اجر وثواب سے نوازا جائے گا اور بدکار ہے تو عذاب میں گرفتار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون بالکل بے لاگ ہے۔ اس میں مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر خواتین اللہ تعالیٰ کے اس قانون کو اپنے سامنے رکھیں تو غفلت کی زندگی ختم ہوسکتی ہے اور اپنی ذمہ داریوں کے صحیح احساس کے ساتھ میدان عمل میں پیش قدمی کرسکتی ہیں۔

راہِ حق میں استقامت

کسی نظریہ کو اختیار کرنا اور ہر حال میں اس پر ثابت قدم رہنا استقامت ہے۔ دنیا میں جہاں اس کی مثالیں ہیں کہ خواتین نے باطل کی راہ میں استقامت دکھائی، حق کے لیے بھی ان کی استقامت کی مثالیں موجود ہیں۔ حق کے لیے استقامت قابل صد ستائش ہے۔ اس سے خلق خدا کو فائدہ پہنچتا ہے اور دنیا میں اچھی مثال قائم ہوتی ہے۔ یہی استقامت دنیا اور آخرت کی کام یابی کا ذریعہ ہے۔ اسی سے انسان اللہ تعالیٰ کے لطف و عنایت کا مستحق قرار پاتا ہے۔ اس کے برخلاف باطل کے لیے استقامت سخت مذموم اور ناپسندیدہ ہے۔ اس راہ میں جو کام یاب نظر آتا ہے وہ بھی ناکام ہے۔ جنھوں نے باطل پر اصرار کیا وہ خود بھی تباہ ہوئے اور دنیا کو بھی تباہ کیا۔

باطل پر اصرار تباہ کن ہے

قرآن مجید نے دو ایسی عورتوں کا ذکر کیا ہے جو دعوت و تبلیغ، وعظ و تذکیر اور اصلاح کی ساری کوششوں کے باوجود اپنی غلط روی پر جمی رہیں اور بالآخر دنیا اور آخرت میں بہت ہی برے انجام سے دو چار ہوئیں۔ فرمایا:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝ (التحریم:۱۰)	اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا مثال دی ہے نوحؑ کی عورت کی اور لوطؑ کی عورت کی۔ وہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں۔ انہوں نے ان کے ساتھ خیانت کی (اور ان کا حق نہ پہچانا اور اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کی) تو وہ نیک بندے بھی ان کے کچھ کام نہ آئے اور کہہ دیا گیا کہ جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی داخل ہو جاؤ۔

بیوی رفیقِ حیات اور ہم سفر ہوتی ہے، جو قربت و رفاقت اسے حاصل ہوتی ہے وہ کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوتی۔ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیویاں بھی رات دن ان کے ساتھ رہتی تھیں۔ ان کی پاکیزہ سیرت اور بے داغ کردار ان کے سامنے تھا۔ ان کے پیغام سے وہ اچھی طرح واقف تھیں، ان کی دعوت وتبلیغ اور اس کے لیے ان کی جدوجہد کو وہ دیکھ رہی تھیں۔ انسانوں کے ساتھ ان کے خلوص، ہمدردی اور خیر خواہی سے بھی وہ آگاہ تھیں، لیکن اس کے باوجود ان دونوں نے ان کی دعوت قبول نہیں کی۔ ان کے خلاف سازشیں کرتی رہیں، ان کے اور ان کے ساتھیوں کے درپے آزار رہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے منکروں اور باغیوں کا آخر وقت تک ساتھ دیا اور ان ہی کی صف میں شامل رہیں۔ جب اللہ کا قانون حرکت میں آیا تو ان کا بھی وہی حشر ہوا جو ان کی قوموں کا ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبروں سے تعلق بھی ان کے کچھ کام نہ آیا۔

اس میں تنبیہ ہے ان لوگوں کے لیے جو حق کی مخالفت پر کمر بستہ ہیں اور باطل سے چمٹے ہوئے ہیں۔ کل اللہ تعالیٰ کے عذاب کا تازیانہ برسے گا تو کوئی انہیں بچا نہ سکے گا، بلکہ کوئی پوچھنے والا تک نہ ہوگا۔

حق پر استقامت کا انجام بہتر ہوتا ہے

ان دو عبرت انگیز مثالوں کے بعد قرآن مجید نے دو صالح عورتوں کو بھی نمونہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ ان میں سے ایک استقامت کا پہاڑ تھیں اور دوسری وہ جن کے تقویٰ وطہارت پر چاند تارے رشک کرتے تھے۔ فرمایا:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا	اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لیے مثال
امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ	بیان کی ہے فرعون کی بیوی کی۔ جب اس
لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ	نے دعا کی کہ اے میرے رب! میرے لیے

مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۱﴾ وَ مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴿۱۲﴾ (التحریم:۱۱-۱۲)

اپنے پاس جنت میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے اور مجھے ظالموں کی قوم سے نجات دے اور (مثال بیان کی ہے) عمران کی بیٹی مریمؑ کی جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی۔ ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی۔ اس نے اپنے رب کے کلمات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرماں برداروں میں سے تھی۔

فرعون کی بیوی کا نام آسیہ بنت مزاحم تھا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے دعویِ خدائی کو چیلنج کیا اور اللہِ واحد کی عبادت کی دعوت دی تو آسیہ بنت مزاحم نے اسے حق سمجھا اور ایمان لے آئیں۔ فرعون حضرت موسیٰؑ کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ اتنا بڑا دشمن کہ اس کی دشمنی ضرب المثل ہے۔ اس دشمنِ حق کے گھر میں بیٹھ کر اتنا بڑا اقدام کرنا موت کو دعوت دینا تھا۔ چناں چہ نہ صرف یہ کہ ایک ملکہ کی حیثیت سے ان کی ساری آسائش و راحت چھن گئی، بلکہ ان کو اتنی سخت سزائیں دی گئیں کہ ان کے تصوّر ہی سے لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ ہمارے مفسرین نے لکھا ہے کہ فرعون نے انھیں زمین پر لٹا کر ہاتھوں اور پیروں میں کیلیں ٹھکوا دیں اور سینہ پر پتھر رکھ دیا۔ اسی حال میں ان کی روح پرواز کر گئی۔ اس طرح آسیہ بنت مزاحم نے آزمائشوں کے طوفان سے گزر کر یہ ثابت کر دیا کہ حق کے لیے ایک عورت فرعونِ وقت سے بھی ٹکر لے سکتی ہے۔ آسائش و راحت کا ٹھکرا دینا کیا معنی جان کی بازی لگانا بھی اس کے لیے دشوار نہیں ہے۔

دوسری مثال حضرت مریمؑ کی ہے۔ قرآن مجید نے حضرت مریمؑ کے حالات بہت تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ ان کی پیدائش سے پہلے ہی ان کی والدہ نے انھیں اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام

جیسے پیغمبر کے ہاتھوں ان کی پرورش ہوئی، وہ نیکی اور تقویٰ کی مثال بن کر ابھریں۔ جوانی کو پہنچیں تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بغیر نکاح کے ان کے بطن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔ یہ ایک باکرہ کے لیے بہت بڑا امتحان تھا۔ ان پر طرح طرح کے الزامات لگائے گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے گہوارے سے ان الزامات کی تردید کی اور اپنے پیغمبر ہونے کا اعلان کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا زبردست اظہار اور ایک طفل شیر خوار کی زبان سے حضرت مریمؑ کی برأت کا اعلان تھا۔ پانچ سو برس کے بعد قرآن مجید نے بھی ان کی عفت و عصمت اور پاک دامنی کی شہادت دی۔ یہاں ان کی دو خوبیاں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعلیمات اور اس کے دین و شریعت کو دل سے مانتی تھیں اور دوسری یہ کہ وہ اللہ کی اطاعت گزار تھیں۔ یعنی ایمان و عمل دونوں پہلوؤں سے وہ درجۂ کمال کو پہنچی ہوئی تھیں۔

رسولِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ مردوں میں تو بہت سے کامل پیدا ہوئے۔ عورتوں میں فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحمؓ، مریم بنت عمرانؓ اور خدیجہ بنت خویلدؓ (ہر پہلو سے) کامل نکلیں۔ (بخاری و مسلم)

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے لیے چار عورتیں (اسوہ اور نمونہ کے لیے) کافی ہیں۔ مریم بنت عمرانؓ، خدیجہ بنت خویلدؓ، فاطمہ بنت محمدؓ اور آسیہ بنت مزاحمؓ۔ (ترمذی)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے ان چاروں کو جنتی خواتین میں سب سے افضل اور برتر قرار دیا (احمد)۔ یہ ہیں وہ خواتین جن کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے نمونہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ ان ہی کا اسوہ ہر مسلمان خاتون کے لیے اسوہ ہے۔ اس کے علاوہ کسی دوسرے اسوہ کو نہ تو وہ قبول کرسکتی ہے اور نہ اختیار کرسکتی ہے۔

☆☆☆